ماہنامہ جہدِ حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

HRCP

جلد نمبر 29 ...... شمارہ نمبر 04 ...... اپریل 2022

(قیمت 10 روپے)

Registered No. CPL-13

طوفانوں سے لڑتے جھگڑتے......دیواروں کے پار اُترتے......قدم آزاد ہیں...... اب ہم آزاد ہیں

ادریس بابر

جنوبی پنجاب میں انسانی حقوق کی صورتِ حال

ایچ آر سی پی کے چار رکنی وفد نے 08-04 مارچ کو سرائیکی وسیب (جنوبی پنجاب) کا دورہ کیا۔ وفد میں میرے ہمراہ وائس چیئر مین پنجاب، جناب راجہ اشرف اور کونسل ممبر جناب نذیر احمد کے علاوہ ملتان سے ایچ آر سی پی کی ممبر محترمہ لبنیٰ ایڈووکیٹ، ملتان ٹاسک فورس کے کوآرڈینیٹر جناب فیصل تنگوانی اور سیکرٹریٹ سے سلمان سکندر بھی شامل تھے۔ وفد نے اس دوران ملتان، ڈیرہ غازی خان، جام پور، راجن پور، بہاولپور، یزمان اور چولستان کے علاقے میں انسانی حقوق کی صورتحال کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ اس علاقے کے حوالے سے چند اہم مشاہدات آپ کے گوش گزار کرنا چاہوں گی۔

☆ خواتین پر تشدد اور معاشرتی جبر ایک بہت سنجیدہ مسئلہ نظر آیا۔ بالخصوص کوہ سلیمان کے قبائلی علاقے میں خواتین کے انسانی حقوق کی صورتحال بے حد تشویشناک پائی جاتی ہے۔ کاروباری، ونی اور سوارا جیسی ظالمانہ رسومات اب بھی اس علاقے میں جاری ہیں۔ خواتین کے لیے انصاف تک رسائی نہ صرف مشکل بلکہ کچھ علاقوں میں ناممکن نظر آتی ہے۔

☆ خواجہ سرا کمیونٹی کی صورتحال بھی باعث تشویش ہے۔ ان کی جان اور عزت کے عدم تحفظ کے حوالے سے کئی واقعات کا ذکر کیا گیا۔

☆ ہندو اور مسیحی شہریوں نے اپنے اولین مسائل میں لڑکیوں کی جبری شادیاں اور مذہب تبدیلی، زمینوں پر جبری قبضہ، روزگار کی فراہمی میں امتیازی سلوک اور مذہبی انتہاپسندوں کی طرف سے دھمکیوں کے واقعات شامل تھے۔

☆ سرائیکی وسیب کے بہت سے علاقوں میں پینے کے صاف پانی اور اس سے منسلک صحت کے بھی بہت سے مسائل پائے جاتے ہیں۔ تعلیم کی سہولیات کا ناکافی ہونا بھی ایک شدید مسئلہ ہے۔

☆ بھٹہ مزدور اب بھی جبری مشقت کا شکار ہیں۔ ملتان میں پاورلومز کے مزدور بھی مشکلات کا شکار ہیں اور یونین سازی میں مداخلت کی شکایت بھی سامنے آئیں۔

☆ کسانوں کو کھاد کی ناپیدگی اور پانی کی کمی کی وجہ سے مشکلات کا سامنا ہے۔

☆ چولستان کے عوام بالخصوص توجہ کے مستحق ہیں۔ سیاسی اور شہری حقوق کے ساتھ ساتھ ان کے معاشی اور معاشرتی حقوق کی پامالی عام ہے۔ زمینوں کی غیر قانونی الاٹمنٹ اور جبری قبضے، پانی کی کمی، بیروزگاری، اقلیتوں کے ساتھ انتظامیہ اور مقامی عمائدین کی زیادتیاں بھی اس علاقہ میں مسائل پیدا کر رہی ہیں۔

ہم ان سب لوگوں کے بشمول مذہبی اقلیتوں کے نمائندے، وکلاء، صحافی، مزدور اور کسان تنظیموں کے نمائندگان اور جنوبی پنجاب کے عوام کے مشکور ہیں جنھوں نے وفد کے ساتھ تعاون کیا۔ میں خاص طور پر ایچ آر سی پی کے ان متحرک ساتھیوں کی شکرگزار ہوں جو مقامی طور پر ایچ آر سی پی کی مؤثر نمائندگی کر رہے ہیں اور لوگوں کے انسانی حقوق کے لیے مستقل آواز اٹھا رہے ہیں۔

حنا جیلانی

چیئر پرسن، ایچ آر سی پی

فہرست

پریس ریلیزیں 03

مارچ آن 06

خواتین کے عالمی دن پر تقاریب کا اہتمام 07

ڈاکٹر مہدی حسن: ایک متمدن شخص کی یادیں 10

انسانی حقوق 11

پاکستان میں معذوری سے متعلق قوانین سازی
میں معاشی ترقی 12

باجوڑ میں اقلیتی برادری کے نوجوان
سرکاری ملازمتوں سے محروم 14

احمدی سرکاری ملازمین کو ہراساں کرنے اور ٹرانسفر کے
احکامات بنیادی حقوق و آئین کی خلاف ورزی 15

پنجاب: 2021 میں ہیلتھ یونٹس اور سینٹرز میں ایک
ہزار حاملہ خواتین، 88 ہزار بچوں کا انتقال 17

ذرائع ابلاغ پر پابندیوں سے متعلق آئی اے رحمان ریسرچ گرانٹ رپورٹ جاری کردی گئی ہے: ایچ آر سی پی

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کو اپنی رپورٹ، سچ کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے: سنسرشپ اور آزاد ذرائع ابلاغ کی جنگ جاری کرنے پر فخر ہے۔ ممتاز آئی اے رحمان ریسرچ گرانٹ کے سلسلے کے ایک جُز کی حیثیت سے جاری ہونے والی یہ رپورٹ سینئیر صحافی رزشتہ سیٹھنا نے تحریر کی ہے اور اس میں 2018 کے انتخابات کے بعد پاکستان میں ذرائع ابلاغ کے لیے سکڑتی ہوئی فضا کو رقم کیا گیا ہے، جس کے نتیجے میں بقول مصنفہ کے صحافی اور مدیران کو اپنے کام کے باعث پہلے سے کہیں زیادہ خطرات کا سامنا ہے۔

پرنٹ، الیکٹرانٹ اور ڈیجیٹل ذرائع سے وابستہ افراد کے بیانات پر مشتمل رپورٹ میں صحافیوں پر حملوں کے تواتر اور اقسام کو رقم کیا گیا ہے اور سوال اٹھایا گیا ہے کہ کیا ان حملوں نے اپنی شکل تبدیل کر لی ہے کیونکہ صحافیوں میں ارباب طاقت کے محاسبے کے لیے آن لائن پلیٹ فارموں کے استعمال میں اضافہ ہو رہا ہے۔

سیٹھنا کے بقول، ناقدانہ خبروں کا گلا گھونٹنے کے حوالے سے، موجودہ حکومت نے کسی بھی سابق حکومت کی نسبت ریاست کے مفادات کی سب سے زیادہ خدمت کی ہے۔ ان کی دلیل تھی کہ حکومت اور سلامتی کے اداروں نے اظہار کی آزادی اور عوامی معلومات تک رسائی کو سبوتاژ کیا ہے جس کی بدولت صحافت کی سنسرشپ، ذرائع ابلاغ کو قابو کرنے والے انضباطی طریقوں اور خوف پھیلانے والے ہتھکنڈوں میں شدت پیدا ہوئی ہے۔

رپورٹ میں بتایا گیا ہے کا ذرائع ابلاغ کس طرح استبدادی ہتھکنڈوں کے نرغے میں رہے ہیں اور خاص طور پر خواتین صحافیوں کو اپنے فرائض کی ادائیگی کے دوران بڑھتی ہوئے خطرات اور ہراسانی کا سامنا رہا ہے۔ اس میں یہ بھی دکھایا گیا ہے کہ ریاست اور حکومت دونوں نے کس طرح ذرائع ابلاغ کو دیوار کے ساتھ لگایا ہے، مالکان اور مدیران کو بعض ہدایات کی پیروی کرنے یا نتائج بھگتنے پر مجبور کرتے ہوئے۔ آخر میں، رپورٹ نے بلوچستان اور خیبر پختونخوا میں ذرائع ابلاغ کی صورتحال پر خصوصی توجہ دی ہے، جہاں صحافیوں کو درپیش خطرات اور ذرائع ابلاغ کی بندش نے معلومات تک عوام کی رسائی کو شدید متاثر کیا ہے۔

رپورٹ http://hrcp-web.org/hrcpweb/wp-content/ uploads/2020/09/2022-Truth-comes-at-a-price.pdf پر ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 07 مارچ 2022]

جنوبی پنجاب میں انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیاں پیش آرہی ہیں: ایچ آر سی پی فیکٹ فائنڈنگ مشن

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے جنوبی پنجاب کے لیے ایک اعلیٰ سطحی فیکٹ فائنڈنگ مشن مکمل کیا۔ مشن چیئرپرسن حنا جیلانی، وائس چیئر پنجاب راجہ محمد اشرف، کونسل ممبر نذیر احمد، اور ریجنل کوآرڈینیٹر فیصل تنگوانی پر مشتمل تھا۔

ٹیم کے مشاہدے میں آیا کہ ڈیرہ غازی خان اور راجن پور کے قبائلی علاقوں میں خواتین اب بھی نقصان دہ رسم و رواج کا شکار ہیں۔ کاروکاری اور ونی کی رسمیں اب بھی سماج میں پیوست ہیں۔ اس حد تک کہ بارڈر ملٹری پولیس بھی وہ تحفظ فراہم نہیں کرتی جس کا متاثرین مستحق ہیں۔ مزید برآں، بہت سی خواتین کو ان کے خاندان کے مرد افراد شہریتی دستاویزات کے حق سے محروم کر دیتے ہیں اور اس کے نتیجے میں ان کی کوئی سیاسی آواز نہیں ہوتی۔

صوبے میں مذہبی اقلیتوں کی صورت حال خاص طور پر تشویشناک ہے: توہین مذہب کے قوانین کو عام طور پر ہندو اور مسیحی خاندانوں کو زمینوں پر قبضے کے مقاصد کے لیے ڈرانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ جبری تبدیلی مذہب عام ہے: ٹیم کی توجہ میں لائے جانے والے ایک واقعے میں، ایک زمیندار نے ایک ہندو مزارع کی بیٹی سے زبردستی شادی کر لی۔ ایچ آر سی پی کو یہ جان کر تشویش ہے کہ ضلعی نگران کمیٹیاں جو جبری مزدوری کے استعمال کی نگرانی اور رپورٹ کرنے کے لیے قائم کی گئی تھیں، غیر فعال ہیں۔ پنجاب حکومت کی طرف سے پیشگی نظام کی بحالی، پنجاب بانڈڈ لیبر سسٹم (ابولیشن) ایکٹ 1992 میں ترمیم افسوسناک ہے اور اسے فوری طور پر واپس لیا جانا چاہیے۔ یہ بات بھی انتہائی تشویشناک ہے کہ ایچ آر سی پی نے جن جبری مزدوروں سے بات کی ہے ان کے مطابق، انہیں یومیہ 800 روپے اجرت ملتی ہے جبکہ کم از کم اجرت روپے 1300 ہے۔

مزید برآں، پاورلوم انڈسٹری میں مزدوروں کا دعویٰ ہے کہ وہ 16 گھنٹے کام کرنے پر مجبور ہیں اور حادثاتی موت یا چوٹ کی صورت میں انہیں سماجی تحفظ یا معاوضے کا کوئی سہولت میسر نہیں۔

چولستان کے رہائشیوں کا ایک سنگین الزام یہ ہے کہ ان کی زمین کی الاٹمنٹ کی درخواستیں جن پر وہ صدیوں سے آباد ہیں، ابھی تک زیرِ التوا ہیں، ان اطلاعات کے ساتھ کہ فوج نے اس زمین کے بڑے حصے پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس کے علاوہ پانی کی شدید قلت اور مکینوں کے لیے اسکولوں کی کمی کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔

ٹیم کے مشاہدے میں یہ بھی آیا کہ لیڈی ہیلتھ ورکرز نے اپنے کام کے دوران مناسب سیکیورٹی کے بغیر جدوجہد جاری رکھی ہے، اکثر ڈیوٹی کے دوران اپنی جانوں کو خطرے میں ڈالتے ہیں اور انہیں دستیاب فوائد نہ ہونے کے برابر ہیں۔

ایچ آر سی پی کو یہ جان کر بھی بہت تشویش ہے کہ ملتان میں قابل کاشت اراضی ڈیفنس ہاؤسنگ ایسوسی ایشنز کے لیے مختص کی جا رہی ہے، اور اطلاعات ہیں کہ مقامی باشندوں نے اپنی اراضی فروخت کرنے سے انکار کیا تو انہیں ہراساں کیا جا رہا ہے۔

ایچ آر سی پی پنجاب حکومت پر زور دیتا ہے کہ وہ جنوبی پنجاب میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کا سنجیدگی سے نوٹس لے اور صورتحال کو بہتر بنانے کے لیے ٹھوس اور شفاف اقدامات کرے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 08 مارچ 2022]

جدید غلامی: خواتین اور لڑکیوں کی اسمگلنگ پر ایچ آر سی پی کی رپورٹ

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے جدید غلامی: پاکستان میں خواتین اور لڑکیوں کی اسمگلنگ کے عنوان سے ایک تحقیقی رپورٹ جاری کی ہے، جس کے مطابق پاکستان انسانی اسمگلنگ کے لیے ایک ذریعہ، راہداری اور منزل کے طور پر استعمال ہو رہا ہے۔ اگرچہ قابل اعتماد اعداد و شمار کی کمی کے پیشِ نظر جرم کی شدت کا تعین کرنا مشکل ہے، ایچ آر سی پی خاص طور پر اندرون ملک اسمگلنگ کے نیٹ ورک سے فکرمند ہے، جس کا دائرہ جنسی اسمگلنگ، بچوں کی جبری مشقت، جبری مزدوری، جبری بھیک اور جبری شادی کے معاملات تک پھیلا ہوا ہے۔ معاشی طور پر کمزور خواتین اور کم عمر لڑکیوں کو خاص طور پر نشانہ بنایا جاتا ہے۔

تحقیق میں اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ انسانی حقوق کی دیگر خلاف ورزیوں کے مقابلے میں اسمگلنگ سے نمٹنا کیوں مشکل ہے۔ اس مشکل کے اسباب اسمگلنگ سے متعلق قابلِ اعتماد کوائف کی کمی اور اس مسئلے کی رپورٹنگ کے فقدان سے لے کر انسداد اسمگلنگ کے موجودہ قانون پر عمل درآمد نہ ہونے تک پھیلے ہوئے ہیں۔ مزید برآں، اسمگلنگ کی مختلف جہتوں کے بارے میں آگاہی کا فقدان، اور متعلقہ فریقین جیسے کہ ایف آئی اے اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے درمیان ہم آہنگی کا فقدان دیگر وجوہات ہیں۔

رپورٹ میں سفارش کی گئی ہے کہ انسانی اسمگلنگ کے مختلف پہلوؤں سے متعلق کوائف اکٹھا کرنے، مرتب کرنے اور رپورٹ کرنے کا ایک موثر نظام ترجیحی بنیادوں پر وضع کیا جائے۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کی اسمگلنگ کی نشاندہی کرنے اور اطلاع دینے کی صلاحیت کو بھی انتہائی مضبوط کیا جانا چاہیے۔ آخر میں، حکومت کو انسداد اسمگلنگ کے قوانین کو لاگو کرنے کے لیے مناسب وسائل مختص کرنے چاہئیں، متعلقہ فریقین کے درمیان بہتر ہم آہنگی کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے، خاص طور پر اسمگلنگ کے خطرے سے دوچار گروہوں کے لیے مخصوص ٹھوس اقدامات کے ساتھ۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 09 مارچ 2022]

اجتماع کی آزادی کو محدود کرنے والے قوانین پر نظرثانی کی جائے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے عالمی وفاق برائے انسانی حقوق (ایف آئی ڈی ایچ) کے اشتراک سے پاکستان میں پر اجتماع کی آزادی: قانون سازی کا جائزہ کے عنوان سے ایک تحقیقی رپورٹ جاری کی ہے۔ یہ تحقیق اُن قوانین اور طریقہ کار کی نشاندہی کرتی ہے جو براہ راست یا بالواسطہ طور پر پرامن اجتماع کی آزادی کے آئینی حق کو محدود کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ ان میں ضابطہ تعزیرات پاکستان، مجموعہ ضابطہ فوجداری، امن عامہ کا اطلاق، پولیس آرڈر، انسداد دہشت گردی قانون، الیکٹرانک کرائمز ایکٹ اور دیگر ذیلی قوانین کی دفعات شامل ہیں۔

اِس کے علاوہ، تحقیق میں ان حالات اور صوبوں/علاقوں کا جائزہ بھی لیا گیا ہے جن میں 2010 سے 2020 تک ایسے قوانین اور ضوابط کو اِس حق کو محدود کرنے کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ اس دورانیے میں منعقد ہونے والے 858 اجتماعات میں سے، تحقیق کے مشاہدے کے مطابق، کم از کم 392 اجتماعات ایسے تھے جہاں اجتماع کی آزادی کے حق پر پابندیاں غیر متناسب اور غیر ضروری تھیں، جن میں طاقت کا بے تحاشہ استعمال کیا گیا، من مانی گرفتاریاں یا نظر بندیاں کی گئیں، شرکا کے خلاف فوجداری اور دہشت گردی کے الزامات کے تحت مقدمے درج ہوئے، مکمل پابندیاں عائد ہوئیں، اور اجتماعات میں رکاوٹ ڈالنے کی دیگر کوششیں کی گئیں۔

مزید برآں، رپورٹ میں یہ نشاندہی بھی کی گئی ہے کہ اجتماع کی آزادی سے متعلق ملکی قانون اور انسانی حقوق کے بین الاقوامی معیارات کے درمیان تعلق کا شدید فقدان ہے، باوجود اس کے کہ پاکستان نے شہری و سیاسی حقوق کے بین الاقوامی معاہدے (آئی سی سی پی آر) اور معاشی، سماجی و ثقافتی حقوق کے عالمی معاہدے (آئی سی ای ایس سی آر) کی توثیق کر کے اس لاتعلقی کو ختم کرنے کا قانونی عہد کیا تھا۔

رپورٹ میں موجودہ قانون سازی کے نظام کا از سرِ نو جائزہ لینے کی سفارش کی گئی ہے، جس کی جڑیں اب بھی نوآبادیاتی دور کی پولیسنگ کی حکمت عملیوں میں پیوست ہیں۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کے لیے بہتر قواعد و ضوابط وضع کیے جائیں، جن میں انسانی حقوق کی تربیت اور ہجوم کو کنٹرول کرنے کے طریق ہائے کار شامل ہوں، اور طاقت کے انتہائی کم استعمال پر زور دیا جائے؛ میڈیا اور ڈیجیٹل کو اجتماعات تک غیر محدود رسائی دی جائے؛ اور مواد سے متعلق پابندیاں عائد کرنے یا راستوں کو بند کرنے کی

بجائے تقریر کی آزادی اور تمام اجتماعات کی نقل و حرکت کی آزادی کے لیے سہولتیں پیدا کی جائیں۔

بشرطیکہ وہ اپنے قول و فعل میں غیر متشدد ہوں، بنیادی حقوق کے حصول اور تبدیلی کی وکالت کرنے والے اجتماعات حقیقی جمہوری معاشرے کے لیے ضروری ہیں۔ عوام کے اجتماع کرنے کے بنیادی حقوق کا مؤثر طور پر تحفظ کیا جانا چاہیے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 17 مارچ 2022]

آرٹیکل 63 الف پر حکومتی ریفرنس آئینی عمل میں ہیر پھیر کروانے کی کوشش ہے

ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آر سی پی) کو اس صورتحال پر شدید تشویش ہے جو حزبِ اختلاف کی جماعتوں کی طرف سے وزیرِ اعظم کے خلاف پیش کی گئی تحریک عدمِ اعتماد کے نتیجے میں پیدا ہوئی ہے۔ یہ امر افسوسناک ہے کہ ایک ایسے عمل کو متنازعہ بنا دیا گیا ہے جو آئین کے دائرے میں ہے اور اس میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے، اور ملک میں آئینی بحران کو جنم دینے کی کوشش میں سیاسی انتشار کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

ایچ آر سی پی آئینی و پارلیمانی امور کی انجام دہی کے دوران دستور پسندی اور پارلیمان کی فوقیت پر یقین رکھتا ہے۔ پارلیمانی امور کی انجام دہی اور آئینی عمل کے سازگار اختتام میں رکاوٹ ڈالنا جمہوری عمل کو پٹڑی سے اتارنے اور لوگوں کو ان کے نمائندہ حکومت کے حق سے محروم کرنے کی کوششوں کے مترادف ہے۔ حکومت اور حزبِ اختلاف دونوں آئین میں درج قانون کی حکمرانی کی پاسداری کرنے کے پابند ہیں۔

نہ تو ایسے معاملات سڑکوں پر لانا جو پارلیمان میں طے ہو سکتے ہیں اور نہ ہی پارلیمان کے دائرہ اختیار میں آنے والے معاملے کے مقدر کے فیصلے کے لیے دیگر اداروں کی مداخلت طلب کرنا عوام کے مفاد میں ہے۔ یہ یقینی طور پر احترام کے اظہار کا کوئی طریقہ نہیں ہے جس کی پارلیمان جمہوری نظام میں مستحق ہوتی ہے۔ آئین کی رو سے جائز پارلیمانی عمل کے لیے ظاہر کی گئی حقارت بذاتِ خود بتا رہی ہے کہ چیف ایگزیکٹو جمہوریت کی بالادستی کے لیے کس حد تک مخلص ہیں۔

حکمران جماعت کے کسی رکن کا قومی اسمبلی میں اپنی جماعتی وابستگی سے انحراف کا نتیجہ آئین کے آرٹیکل 63 الف میں واضح طور پر بیان ہے۔ اِس کے باوجود، حکومت نے عدالتِ عظمیٰ میں ریفرنس دائر کر کے اس آرٹیکل کی وضاحت طلب کی ہے۔ اِس معاملے پر زیادہ تر قانونی ماہرین کے مؤقف کو مدنظر رکھتے ہوئے، ایچ آر سی پی کی رائے ہے کہ آرٹیکل 63 الف شامل کرنے کے پیچھے پارلیمان کا ارادہ یہ تھا کہ انحراف کی صورت میں منحرف رکن پارلیمان اپنی نشست کھو دے گا/گی، نہ کہ وہ زندگی بھر کے لیے نااہل ہو گا/گی، اور نہ ہی انحراف کا کوئی اور نتیجہ نکلے گا جس سے آئین کے احترام، پارلیمان کی بالادستی اور ایوان کے منتخب اراکین کے طور پر اراکین پارلیمان کے بنیادی حقوق خطرے میں پڑ سکتے ہوں۔ آرٹیکل 63 الف کے تناظر میں، اپنی جماعت سے انحراف کے نتیجے کے حوالے سے کچھ اور اخذ کرنے کا مطلب آئینی شق کو ازسرِ نو تحریر کرنے سے کم نہیں ہوگا۔

ایچ آر سی پی آئینی دفعات کی تشریح کے عدالتِ عظمیٰ کے اختیار کو تسلیم کرتا ہے اس کا مکمل احترام کرتا ہے۔ اسے یہ بھی یقین ہے کہ عدالت اس قابل ہے کہ وہ کسی فرد کی عدالتی عمل کے ناجائز استعمال کی کوششوں کو بھانپ سکے اور ایسے کسی بھی اقدام کو شکست دے سکے جس کا مقصد آئینی عمل میں رکاوٹ ڈالنے کے لیے عدالت کو سیاسی تنازعات میں ملوث کرنا ہے۔

سول سوسائٹی جمہوری نظام کے لئے ناگزیر ہے. یہ ایسے واقعات پر خاموش تماشائی نہیں رہ سکتی جو بدقسمتی سے طویل مدتی منفی آئینی اثرات مرتب کر سکتے ہیں۔ لہٰذا، ایچ آر ایس سی پی کا فریضہ ہے کہ وہ عوام کی توجہ ابھرتے ہوئے بحران سے جنم لینے والے خدشات کی طرف دلائے جو ملک میں جمہوریت، قانون کی حکمرانی اور پرامن سیاسی ماحول کے لیے خطرے کا موجب ہیں، یہاں تک کہ تحریک عدمِ اعتماد کی کامیابی حکمران جماعت کے اراکین کے انحراف پر منحصر ہے۔ [پریس ریلیز۔ لاہور۔ 22 مارچ 2022]

جہدِ حق پڑھنے والے توجہ کریں

☜ آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا۔
جو خامیاں / کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔

☜ آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ / اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوانِ جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کارکن متوجہ ہوں

''جہدِ حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر یا انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتہ تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جا سکے۔

جہدِ حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے ویب سائٹ پر موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

مارچ آن

ایک دو تین چار پانچ چھے
سات آٹھ نو دس ... بس؟ بس کیوں!
جب ہم آزاد ہیں
سب ہم آزاد ہیں
اب ہم آزاد ہیں

تازہ کل کائنات کریں
پیدا بہتر دن رات کریں
کیوں نہ ان سب کی بات کریں
جو کم آزاد ہیں
اب ہم آزاد ہیں

آگے آگے آگے بڑھتے
دیواروں کے پار اترتے
طوفانوں سے لڑتے جھگڑتے
قدم آزاد ہیں
اب ہم آزاد ہیں

آہیں سہی موجود ہماری
راہیں نہیں مسدود ہماری
خوشیاں لامحدود ہماری
غم آزاد ہیں
اب ہم آزاد ہیں

ادریس بابر

خواتین کے عالمی دن پر تقاریب کا اہتمام

پاکستانی آئین وقانون میں خواتین کے حقوق بارے سیمینار

ملتان شعبہ سیاسیات، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان کے زیراہتمام ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے تعاون سے بین الاقوامی یوم خواتین 8 مارچ کے سلسلے میں ایک سیمینار کا انعقاد کیا گیا۔ سیمینار کا عنوان پاکستانی آئین وقانون میں خواتین کے حقوق تھا۔ سیمینار کے مقررین خصوصی میں ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی چیئرپرسن ایڈووکیٹ سپریم کورٹ حنا جیلانی اور معروف آرٹسٹ سلیمہ ہاشمی تھیں۔

سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے محترمہ حنا جیلانی نے کہا کہ خواتین کے حقوق پاکستانی آئین میں موجود ہیں۔ قانونی طور پر خواتین کو حقوق دینے کے لیے پاکستان کے قانون میں ادارے بھی بنائے گئے ہیں۔ تاہم معاشرے میں خواتین کے حقوق کا شعور نہیں ہے۔ خاتون کے حقوق اس وقت تک محفوظ نہیں ہوسکتے جب تک معاشرے میں ان حقوق کے بارے میں آگاہی پیدا نہیں ہوتی۔ وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر منصور اکبر کنڈی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ وہ خواتین کے حقوق کے لیے ہمیشہ عملی طور پر سرگرم رہے ہیں، پس ماندہ علاقوں خصوصاً بلوچ، پشتون علاقوں میں انہوں نے خواتین کی تعلیم کے لیے عملی اقدام کیے۔ انہوں نے اس کو وقت کی ضرورت قرار دیا کہ مرد وعورت کے معاشرتی کردار میں باہمی عزت کو فروغ دیا جائے، اور خواتین کو معاشی ترقی کے لیے مواقع مہیا کیے جائیں۔ سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر رفیدہ نواز نے کہا کہ خواتین کے عالمی دن کا مقصد ایک توازن پر مبنی معاشرے کا قیام ہے جس میں مرد وعورت کے مابین عدم مساوات وتفریق کا خاتمہ ہے۔ معروف اسلامی سکالر پروفیسر ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب نے کہا کہ اسلام نے عورت اور مرد میں تفریق نہیں کی ہے اور برتری کا معیار صرف تقوی کو قرار دیا لیکن مسلمان معاشرے اسلامی تعلیمات کے برخلاف عورتوں کو مساوی حقوق دینے کے خلاف ہیں۔ عورت کی زندگی کے آغاز سے ہی گھر میں ناانصافی کا آغاز ہو جاتا ہے۔ بیٹے کو بہتر تعلیم دی جاتی ہے اور بیٹی کا تعلیم کا حق بھی بعض جگہوں پر محفوظ نہیں ہے۔

سیمینار کی مہمان اعزاز محترمہ سلیمہ ہاشمی نے مثالی خاتون کے طور پر اپنی والدہ ایلس فیض کا ذکر کیا کہ فیض احمد فیض کی زندگی کے انتہائی اہم مرحلے میں وہ کس طرح اپنے شوہر کے قانونی حقوق کے لیے جنگ لڑتی رہیں۔ محترمہ سلیمہ ہاشمی نے کہا کہ صرف آج کا دن ہی یوم خواتین نہیں زندگی کا ہر دن عورتوں کا دن ہے۔

چیئرمین شعبہ سیاسیات ڈاکٹر مقرب اکبر نے محترمہ حنا جیلانی اور محترمہ سلیمہ ہاشمی کی کاوشوں کو سراہا اور کہا کہ ایسے معاشرے ترقی نہیں کرسکتے جہاں عورتوں کے حقوق محفوظ نہ ہوں۔ ریاستوں کی بقاء اور ترقی کے لیے خواتین کا کردار بہت اہمیت کا حامل ہے۔ خواتین کے حقوق کی جدوجہد میں مردوں اور عورتوں دونوں کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ سیمینار میں بڑی تعداد میں ماہرین تعلیم اور طالبات نے شرکت کی۔ سیمینار کے شرکاء میں ڈاکٹر عمر چوہدری، ڈاکٹر صوفیہ عمر، ڈاکٹر ارم اعوان، فیصل تنگوانی ایڈووکیٹ، ایچ آرسی پی کونسل ممبر نذیر احمد، ڈاکٹر زرینہ تسلیم، ڈاکٹر عمران پاشا اور ڈاکٹر شاہد بخاری شامل تھے۔

(نامہ نگار)

حیدرآباد خواتین کے عالمی دن کے موقع پر حیدرآباد میں عورت آزادی مارچ نکالے جانے کے علاوہ مختلف تقریبات کا انعقاد کیا گیا، عورت آزادی مارچ سمیت دیگر تقریبات میں مختلف سیاسی وسماجی تنظیموں، انسانی حقوق کے رہنماؤں سمیت ہاری، مزدور خواتین اور مختلف شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والی خواتین کے علاوہ مرد بھی بڑی تعداد میں شریک ہوئے۔ عورت آزادی مارچ کے دوران شرکاء نے ایک عورت کو کسی بھی فرد کے مساوی آزادی حاصل ہونے اور خواتین پر جاری ہر طرح کے مظالم کیخلاف جمہوری طریقے سے پرامن جدوجہد جاری رکھنے کا اعلان کیا۔ عورت آزادی مارچ کے دوران منظور کی جانے والی قراردادوں میں خواتین کے قتل اور تشدد کے مقدمات کی سماعت کے لیے خصوصی عدالتوں کے قیام اور آنے والے بلدیاتی انتخابات میں سندھ کی خواتین کو 50 فیصد نمائندگی دینے سمیت دیگر مطالبات کیے گئے۔

تفصیلات کے مطابق عالمی یوم خواتین کے موقع پر ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان اور ویمن ایکشن فورم کی جانب سے عورت آزادی مارچ نکالا گیا جس کی قیادت عرفانہ ملاح، امر سندھو، حسین مسرت، ماروی اعوان، غفرانہ آرائیں، کامریڈ لالی کولہی سمیت دیگر خواتین رہنماؤں نے کی۔ خواتین نے پلے کارڈز اٹھا رکھے تھے جن پر خواتین کو ایک آزاد فرد جتنی آزادی دینے کے نعرے تحریر تھے۔ مارچ میں

بطور اظہار یکجہتی پاکستان برائے انسانی حقوق کے ریجنل کوآرڈینیٹر پروفیسر امداد چانڈیو، پروفیسر مجید چانڈیو، پروفیسر مشتاق میرانی، قومی عوامی تحریک کے سربراہ ایاز لطیف پلیجو، جامی چانڈیو، محقق تاج جویو، میر حیدر خان تالپور، درشن سچدیو، فرزانہ پہنور، فاضل چنا، آرون ڈھلوانی سمیت دیگر بھی شریک ہوئے۔ عورت آزادی مارچ ٹھنڈی سڑک، شاہراہِ فاطمہ جناح، اور شاہراہِ میراں محمد شاہ سے گزر کر حیدرآباد پریس کلب کے سامنے اختتام پذیر ہوئی جہاں خواتین کا جلسہ ہوا جبکہ راستے میں لیگل ایڈ سوسائٹی کی جانب سے استقبالیہ کیمپ بھی لگایا گیا تھا جہاں پر خواتین مارچ کے شرکاء پر پھول نچھاور اور خواتین قائدین کو پھولوں کے ہار بھی پہنائے گئے۔ اس موقع پر ادیبہ نورالہدیٰ شاہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سندھ کی خواتین کو اپنے حقوق اور اپنی بچیوں کیلئے لڑنے اور ظلم کے خلاف آواز بلند کرنا ہوگی، وہ دن دور نہیں جب خواتین کو ان کے تمام حقوق ملیں گے۔ سندھ کی خواتین پر آج بھی زبردستی، جبر اور ظلم کا سلسلہ جاری ہے۔ سندھ کی عورت سماج میں سب سے زیادہ مظلوم ہے، ہماری جدوجہد خواتین کی مکمل آزادی تک جاری رہے گی_ ویمن ایکشن فورم کی رہنماء امر سندھو نے کہا کہ سندھ کی خواتین کو کاروکاری کی تہمت لگا کر قتل کر دیا جاتا ہے، قانون موجود ہے لیکن اس پر عمل درآمد نہیں ہوتا، سندھ کی خواتین اب مزید ظلم اور زبردستی برداشت نہیں کریں گی۔ عرفانہ ملاح نے کہا کہ اسلام آباد کے نور مقدم کیس میں قاتلوں کو سزائیں مل گئیں لیکن حیدرآباد کی

عینی بلوچ کے قتل کیس میں ابھی تک انصاف نہیں ملا ہے، سندھ کی عورت آج بھی ظلم کی چکی میں پس رہی ہے۔ عالیہ بخشل نے کہا کہ سندھ میں جب تک قبائلی نظام جاری رہے گا تو اس وقت تک عورت پر ظلم ہوتا رہے گا۔ ریاست کی ذمے داری ہے کہ وہ خواتین کو تحفظ فراہم کرے۔ ویمن پروٹیکشن سیل سندھ کی ڈائریکٹر ماروی اعوان نے کہا کہ سندھ کی عورت اور بیٹیاں خود کو مضبوط بنائیں تو وہ اپنے تمام حقوق حاصل کرسکتی ہیں، ایچ آر سی پی کی غفرانہ آرائیں نے کہا کہ آج عورت غیر محفوظ ہو کر رہ گئی ہے۔ سندھ کے دیہی علاقوں میں خواتین کو تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے، ان کے ساتھ زیادتی کی جاتی ہے، جبکہ شہری علاقوں میں دفاتر اور تعلیمی اداروں میں کام کرنے والی خواتین اور کالج اور یونیورسٹی میں زیر تعلیم طالبات کو ہراساں کیا جاتا ہے، کامریڈ لالی کوہلی نے کہا کہ پولیس ہاریوں کو بازیاب کرانے کے لیے جدوجہد کرنے والوں کو کوئی بھی تحفظ فراہم کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ مارچ سے دلت سجاگ تحریک کی رادھا بھیل، ٹرانسجینڈر کی رہنما ایشل شیخ، سندھی عورت تنظیم کی شہزادی بھرگڑی، پیپلز پارٹی کی رہنما زیب النساء ملاح، سندھ سرتیون آرگنائزیشن کی زاہدہ ڈاہری، سندھیانی تحریک کی رہنماء رفیہ اسد جونیجو و دیگر نے بھی خطاب کیا۔

عورت آزادی مارچ میں منظور کی جانے والی قراردادوں میں گھریلو تشدد سے پاک معاشرے کے قیام کا مطالبہ کیا گیا اور یہ کہا گیا کہ گھریلو تشدد کو ایک جرم قرار دیا جائے اور تشدد کو ناقابل ضمانت گناہ قرار دیا جائے، خواتین کے متعلق کیسوں کی سماعت کے لیے مخصوص عدالتیں قائم کی جائیں، بچوں اور خواجہ سراء برادری پر تشدد کے خاتمے کے لیے ریاستی اداروں کی کارکردگی کو بہتر بنایا جائے، عورت مزدور کو مرد مزدور کے برابر اجرت دی جائے، حکومت کی جانب سے اسکولز، کالجز اور یونیورسٹیز آنے جانے کے لیے فری بس سروس چلائی جائے، طالبات کو موٹر سائیکل اور اسکوٹی رعایتی نرخوں پر فراہم کی جائیں ماڈل گاؤں بنا کر بچیوں کو معیاری تعلیم فراہم کی جائے، تعلیمی نصاب کو جمہوری، سائنسی، صنفی برابری اور سیکولر بنیادوں پر ترتیب دیا جائے، جینڈر پرسنل ایکٹ 2018 پر عملدرآمد کرایا جائے، اسلامی نظریاتی کونسل اور وفاقی شرعی عدالت کو ختم کرنے کے علاوہ ہندو بچیوں کے مبینہ جبری مذہب تبدیلی کو روکا جائے۔

دریں اثنا گورنمنٹ کالج یونیورسٹی حیدرآباد میں خواتین کے عالمی دن کے موقع پر رنگا رنگ تقریب، صنفی مساوات، ہراساں کرنا، تھلسیمیا، بریسٹ کینسر اور خواتین کے حقوق سے متعلق دستاویزی فلم، ڈرامہ و ٹیبلوز پیش کیے گئے۔ تقریب میں گھروں میں کام کرنے والی خواتین کو خصوصی مہمان کے طور پر مدعو کیا گیا اور انہیں خراج تحسین پیش کیا گیا۔ تقریب میں یونیورسٹی کے مختلف شعبہ جات کے طالبات، ویمن ورکرز اور ٹیچرز نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر طیبہ ظریف نے اس بات پر زور دیا کہ خواتین کے حقوق کے تحفظ کے لیے ضروری ہے کہ والدین اپنی بچیوں کو بہتر اور اعلیٰ تعلیم کے زیور سے آراستہ کریں۔ علاوہ ازیں عالمی خواتین کے موقع پر آل پاکستان واپڈا ہائیڈرو الیکٹرک ورکرز یونین سی بی اے اور آل پاکستان ورکر فیڈریشن سندھ کے تحت خواتین سیمینار کا انعقاد کیا گیا جس سے مہمان خصوصی پروفیسر حمیدہ میر بحر، حیسکو کی چیف فنانشل آفیسر حنا تالپور، سلطانہ زیدی، کوثر راجپوت، عاصمہ جوکھیو، سیماں شیخ، عائشہ جہاں، رابعہ بنگش، ثمینہ شاہ، قرت العین، شائستہ میمن، افروز شورو، ستارہ سحر، ثروت جہاں، و دیگر خواتین نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عورت ہمارے معاشرے کی وہ عظیم اور مظلوم ہستی ہے جو پیدائش سے لیکر موت کی آغوش تک بیٹی اور بہن کے روپ میں شرم و حیا، بیوی کے روپ میں ایثار و قربانی کا پیکر اور ماں کے روپ میں جنت کا نمونہ پیش کرتی ہوئی نظر آتی ہے، خواتین کو اپنے حق کے لیے سال کے 364 دن بھی اپنے حقوق کے لیے جدوجہد کو جاری رکھنا ہوگا۔

(لالہ عبدالحلیم شیخ)

کشمور 8 مارچ کو کشمور کے علاقے کندھ کوٹ میں خواتین کا عالمی دن منایا گیا۔ سندھ میں کاروکاری کے زیادہ تر واقعات ضلع کشمور میں رپورٹ ہوتے ہیں جس کی وجہ سے مختلف تنظیموں سندھ سہائی آرگنائیزیشن , جسقم ,HRCP. ضلع بار کاؤنسل و دیگر تنظیموں مل کر فیصلہ کیا کہ کندھ کوٹ میں 8 مارچ کو عورت مارچ کی ریلی انقعاد کا پروگرام کیا جائے۔ جس میں مقررین نے کہا کہ کندھ کوٹ کا علاقہ دیہات سے منسلک ہے ایسے ماحول میں خواتین کا عالمی یہاں منانا بہت بڑی بات ہے۔ عورتوں کو جائیداد میں حصہ دیا جائے۔ مزید کہا گیا کہ کاروکاری کی فرسودہ رسم ختم کی جائے اور تمام اہم فیصلوں میں خواتین کو شامل کیا جائے۔ عورت مارچ مرکزی شاہراہ سے شروع ہوا اور پریس کلب پر اختتام پذیر ہوا جس میں بڑی خواتین تعداد شرکت کی۔

کندھکوٹ شہر کی تاریخ پہلی بڑا عورت مارچ کیا گیا جس میں سندھ سہائی آرگنائیزیشن کی چیئر پرسن عائشہ حسن

دھاریجو HRCP , کے امداد کھوسو , سلیم جروار , اسد بٹ , ندا بی بی. جیئے سندھ قومی محاذ کے ڈاکٹر نیاز کالانی روزنامہ سندھی اخبار کے ایڈیٹر نعمت کھہڑو، ڈاکٹر اکبر نائچ. ایڈوکیٹ عبدالغنی بجارانی، و دیگر سماجی و سیاسی شہریویں بھرپور شرکت کی۔

(شاکر جمالی سکھر)

تربت 8 مارچ 2022 کو تربت میں خواتین کے عالمی دن

کے سلسلے میں HRCP ریجنل آفس تربت مکران نے SPO تربت، رہنما FPAP تربت، NRSP تربت RYB تربت، اور شاہینہ شاہین اکیڈمی آف آرٹس تربت جیسی اتحادی تنظیموں کے اشتراک سے SPO تربت کے م فاضل ہال میں ایک سیمینار منعقد کیا جس میں 100 کے لگ بھگ خواتین و حضرات نے شرکت کی اور 17 خواتین و حضرات نے اظہار خیال کیا جبکہ دو خواتین نے نظامت کے فرائض سرانجام دیئے۔

پروگرام کا آغاز اسٹیج سیکریٹری کی حیثیت سے شہناز شبیر نے کیا اور بتایا کہ آج کا یہ سیمینار خواتین کے عالمی دن کے سلسلے میں HRCP ریجنل آفس تربت مکران نے SPO تربت، راہنما FPAP تربت، NRSP تربت، رائزنگ یوت آف بلوچستان تربت اور شاہینہ شاہین اکیڈمی آف آرٹس تربت کے اشتراک سے منعقد کیا جا رہا ہے جس میں مختلف مقررین اپنے اپنے انداز میں اظہار خیال کریں گے۔ اس کے بعد انہوں نے پروگرام کو آگے بڑھانے کے لئے بطور اسٹیج سیکریٹری مرجان امداد کو اسٹیج پر آنے کی دعوت دی۔ مرجان امداد نے اسٹیج پر آ کر کمسن بچے ہیر بیار اقبال کو اظہار خیال کے لئے اسٹیج پر بلایا جس نے انگریزی زبان میں تمام حاضرین کو اور خصوصاً خواتین کو خواتین کے عالمی دن کے سلسلے میں سیمینار کے انعقاد پر مبارکباد پیش کی۔

اس کے بعد مرجان امداد نے فاطمہ آدم کو اظہار خیال کے لئے اسٹیج پر آنے کی دعوت دی جنہوں نے اسٹیج پر آکر بتایا کہ پاکستان میں خواتین نے مختلف دستکاریوں کو فروغ دیا ہے اور دستکاریوں کو مزید فروغ دینے کا یہ سلسلہ مسلسل جاری بھی ہے، جس کی سب سے بڑی مثال کشیدہ کاری سے مزین بلوچ خواتین کا لباس ہے جس نے کچھ عرصہ پہلے امریکہ کے شہر شکاگو کے ایک عالمی نمائش میں پہلی پوزیشن حاصل کی تھی۔

اس کے بعد مرجان امداد نے شازیہ اختر کو اسٹیج پر آکر اظہار خیال کرنے کی دعوت دی، جنہوں نے اسٹیج پر آکر اظہار خیال کیا اور بتایا کہ خواتین کی عالمی تحریک نے کافی حد تک اپنے مقاصد حاصل کر لیے ہیں جس کی ایک مثال یہ ہے کہ سو سال پہلے مغربی ملکوں میں بھی خواتین کو انتخابات کے دوران ووٹ دینے کا حق حاصل نہیں تھا، مگر بعد میں انہیں دنیا بھر میں یہ حق حاصل ہو گیا، جب کہ دوسری مثال یہ ہے کہ کچھ عرصہ پہلے تک پاکستان میں عورتوں کا گھر سے باہر نکلنا کافی مشکل تھا مگر آج کل وہ عورت مارچ کے نام سے گلی کوچوں میں بھی ریلیاں نکالتی ہوئی اور مختلف نعرے لگاتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

شازیہ اختر کے بعد ڈاکٹر تاج بلوچ کو اسٹیج پر اظہار خیال کے لئے بلایا گیا جنہوں نے اسٹیج پر پہنچ کر سب سے پہلے خواتین کو یہ مبارکباد دی کہ پچھلے دنوں اسلام آباد ہائی کورٹ نے خواتین کی شادی کے سلسلے میں عمر کی حد 18 سال مقرر کی ہے جس کی وجہ سے کمسنی کی شادی پر پابندی ہوگی۔ انہوں نے اظہار خیال کرتے ہوئے مزید کہا کہ پرانے زمانے میں عورتوں اور مردوں کے کام الگ الگ ہوتے تھے مگر آج کل ان کے کاموں کی یہ تقسیم ختم ہو چکی ہے جس کی ایک بڑی مثال یہ ہے کہ پہلے کھانا پکانے کی ذمہ داری عورتوں کی ہوتی تھی، مگر آج کل دنیا کے سب سے بڑے کک مرد حضرات ہیں۔ انہوں نے خواتین کے نفسیاتی امراض اور پیچیدگیوں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ اگر کسی خاتون کو اس قسم کا کوئی مسئلہ پیش آئے تو میں ان کے مفت علاج کے لیے تیار ہوں۔

پھر فضیلہ عزیز دشتی کو اسٹیج پر بلایا گیا جنہوں نے اظہار خیال کرتے ہوئے بتایا کہ اس دن کو منانے کا سب سے بڑا مقصد اس تاثر کو ختم کرنا ہے کہ مرد ہر میدان میں صلاحیتوں کے لحاظ سے عورتوں سے آگے ہیں اور یہ بھی بتایا کہ میں نہیں سمجھتی کہ ضلع کیچ میں تعلیم نسواں کی صورتحال اطمینان بخش ہے۔

اسی طرح مرجان امداد نے یکے بعد دیگرے کئی اور مقررین کو بھی اظہار خیال کے لئے لیے اسٹیج پر آنے کی دعوت دی جن میں سے ڈاکٹر شمسہ یوسف نے اظہار خیال کرتے ہوئے بتایا کہ ہمارے ملک میں عورت پیدائش کے وقت سے ہی امتیازی سلوک کی شکار ہے کیونکہ اگر بیٹا پیدا ہو جائے تو گھر میں خوشی منائی جاتی ہے لیکن بیٹی کی پیدائش پر ماتم کیا جاتا ہے۔ پیدا ہونے کے بعد صحت کے حوالے سے بھی عورتوں کو بہت سارے مسائل پیش آتے ہیں۔

اے ڈی پی پی گل بانو نے انگریزی میں اظہار خیال کرتے ہوئے بتایا کہ قدیم ادوار میں خواتین کو نہ تو گھر سے باہر نکلنے کی آزادی تھی، نہ تعلیم حاصل کر کے کسی بھی شعبے میں اپنا مقام پیدا کرنے کی آزادی تھی، جبکہ موجودہ دور میں انہیں کافی آزادیاں اور حقوق حاصل ہیں جس کی مثالوں میں ملالہ یوسفزئی، منیبہ مزاری اور طاہرہ صفدر بھی شامل ہیں۔ طاہرہ صفدر بلوچستان ہائی کورٹ کی پہلی خاتون چیف جسٹس رہی ہیں۔ حوا آدم نے کہا کہ ہمارے معاشرے میں لڑکیوں کی اب بھی کمسنی میں شادیاں ہوتی ہیں جس کی وجہ سے خواتین کی شرح اموات کافی زیادہ ہے۔

خان محمد جان نے بتایا کہ ہمارے معاشرے میں قابل خواتین کو برداشت نہیں کیا جاتا۔ جب بھی کوئی خاتون اپنی صلاحیتوں کی بنیاد پر اپنا مقام بنانے کی کوشش کرتی ہے تو اسے قتل کیا جاتا ہے۔ اس کی مثالوں میں ملک ناز، شاہینہ شاہین، تاج بی بی، کلثوم بلوچ، اور کریمہ بلوچ بھی شامل ہیں جنہیں بلا وجہ شہید کر دیا گیا۔

حاجی عبدالرشید نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ اپنی لڑکیوں کا تحفظ خاندان کے مردوں کی ذمہ داری ہے اور خاندان کے مردوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریاں پوری کریں تاکہ لڑکیاں آگے بڑھیں اور اپنے حقوق حاصل کریں۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہمیں امید ہے کہ آگے چل کر عورتیں اپنا یہ عالمی دل خود منائینگی اور اگلے 8 مارچ کو ہم مردوں کو یہ دن منانے کی ضرورت نہیں ہوگی، کیونکہ خواتین اسے خود منائینگی اور ہمیں شرکت کی دعوت دیں گی۔

جبکہ آخر میں غنی پرواز نے سب سے پہلے تو تمام خواتین کو انکے عالمی دن کے لئے دلی مبارکباد پیش کی اور پھر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ خواتین کی عالمی تحریک اور عالمی دن کو منانے کا بنیادی مقصد یہی رہا ہے کہ خواتین میں اس قدر شعور و آگہی پیدا کی جائے کہ وہ یہ جان سکیں کہ مردوں کے مقابلے میں انکے ساتھ کس حد تک اور زندگی کے کن کن شعبوں میں امتیازی سلوک روا رکھا جا رہا ہے اور ان کے کون کون سے بنیادی انسانی حقوق ہیں تاکہ وہ انفرادی، اجتماعی اور تنظیمی صورتوں میں جدوجہد کر کے انہیں حاصل کر سکیں اور آگے بڑھ کر مردوں کے برابر پہنچ سکیں۔ طویل تحریک کے نتیجے میں اب دوسوات پیدا ہوتے ہیں۔ پہ سوال یہ ہے کہ کیا خواتین کو پہلے کے مقابلے میں اب اپنے تعلیم، روزگار، صحت، رائے دہی اور نمائندگی کے حقوق اور رشتے میں اپنی مرضی کا حق اور اسی نوعیت کے دیگر بنیادی انسانی حقوق زیادہ حاصل ہو چکے ہیں؟ جواب یہ ہے کہ ہاں! اس دوران ان کی زندگیوں میں کافی تبدیلیاں آئی ہیں اور پہلے کے مقابلے میں انہیں اپنے بنیادی انسانی حقوق کافی زیادہ حاصل ہو چکے ہیں اور دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا انہیں مرد حضرات کے برابر بھی اپنے بنیادی انسانی حقوق حاصل ہو چکے ہیں اور وہ مردوں کے مقام تک پہنچ چکی ہیں؟ جواب یہ ہے کہ نہیں! کیونکہ سیاسی رہنماؤں، سیاسی کارکنوں، ڈاکٹروں، وکیلوں، انجینئروں، ادیبوں، صحافیوں اور تاجروں وغیرہ کی بھاری اکثریت مرد حضرات کی ہے اور ان کے مقابلے میں عورتوں کی تعداد بے حد کم ہے۔ لہذا اب ضرورت اس بات کی ہے کہ خواتین آگے بڑھ کر اپنی تحریک خود چ ئیں اور مردوں کو اپنے ساتھم کر اپنی تحریک کی رفتار مزید تیز کریں اور اس مقصد کے لیے مختلف سطحوں پر خواتین انجمنیں قائم کر کہ جدوجہد کریں۔ اگر ایسا کیا جائے تو مجھے بہت امید ہے کہ ایک دن خواتین ضرور مردوں کے مساوی حقوق حاصل کر لیں گی اور ان کے برابر بھی پہنچ جائیں گی۔

اسکے بعد پہلے تو منور علی رٹا کو اسٹیج پر بلایا گیا جنہوں نے اپنے مزاحیہ فن سے حاضرین کو محظوظ کیا اور پھر شہناز شبیر نے اسٹیج پر آکر اپنے اردو اور بلوچی گلوکاری سے حاضرین کو مسرور کیا۔

پروگرام میں ماجد صمد، سرفراز شاہ، اور امجد مراد سمیت کئی صحافی بھی موجود تھے، جنہوں نے پروگرام کو ریکارڈ بھی کیا، اس کی فوٹو گرافی بھی کی اور رپورٹنگ بھی۔ اور ساتھ ہی ساتھ وش نیوز کے رپورٹر سرفراز شاہ نے خواتین کے عالمی دن کے موقع پر کئی خواتین کے تاثرات بھی ریکارڈ کیے جن میں ڈاکٹر سمی پرواز، فضیلہ عزیز دشتی، شہناز شبیر اور بعض طالبات بھی شامل تھیں۔

(غنی پرواز)

ڈاکٹر مہدی حسن: ایک متمدن شخص کی یادیں

ڈاکٹر ساجد علی

ڈاکٹر مہدی حسن کا شمار پنجاب یونیورسٹی کے ان چند اساتذہ میں ہوتا تھا جو اپنی بات کھلے اور واشگاف انداز میں کرنے کے عادی تھے۔ ان کا تعلق بائیں بازو کیساتھ تھا۔ ترقی پسند ہونے کے دعوے دار تو بہت سے تھے لیکن صرف مہدی صاحب تھے جو ہر قسم کی مصلحت شناسی سے بالاتر تھے۔ انھوں نے اس کی قیمت بھی ادا کی لیکن اپنے اصولوں سے کبھی انحراف نہیں کیا۔

یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ مہدی صاحب پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ جات کو لاحق قدیمی اور متعدی بیماری کا ہدف رہے۔ میری مراد شعبوں میں اساتذہ کا ایک دوسرے کے خلاف سازشوں اور ٹانگ کھینچنے کے کلچر پر عمل پیرا ہونا ہے۔ اکثر شعبوں میں اساتذہ کے مابین ہر وقت ایک خانہ جنگی کا سماں ہوتا ہے۔ پنجاب یونیورسٹی میں شعبہ صحافت کی ابتدا ہوئی تو اس وقت کے معروف صحافی مرغوب صدیقی شعبہ کے پہلے سربراہ مقرر ہوئے۔ دوسرے نمبر پر سینیر استاد عبد السلام خورشید تھے۔ دونوں کی آپس میں نہیں بنتی تھی۔ نیو کیمپس میں شعبہ صحافت ان دنوں اس بلڈنگ میں تھا جہاں بعد میں بہت برس تک فلسفہ کا شعبہ رہا اور آجکل وہ عمارت آرکیالوجی والوں کے پاس ہے۔ اوپر کی منزل میں بڑا کمرہ ہوتا ہے جس میں بالعموم صدر شعبہ کا دفتر ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ملحق ایک کمرہ ہے جو باقی کمروں سے نسبتاً بڑا ہے۔ دیکھا جائے تو اس کمرہ پر دوسرے نمبر پر سینیر استاد کا حق بنتا ہے۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ پروفیسر وارث میر صاحب نے ہمیں بتایا کہ مرغوب صدیقی صاحب نے بڑے کمرے کو ریٹائرنگ روم بنایا ہوا تھا اور ملحق کمرے میں صدر شعبہ کا دفتر تاکہ وہ کمرہ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کو نہ دینا پڑے۔ دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ جس شعبہ کی ابتدا ہی کھینچا تانی سے ہو اس میں یہ روایت آہستہ آہستہ بہت مستحکم ہوتی چلی جاتی ہے۔

میں جس زمانے میں یونیورسٹی میں آیا وہ جنرل ضیاء الحق کا دور تھا۔ اس وقت بائیں بازو سے تعلق رکھنے والے اساتذہ عتاب کا شکار تھے۔ مہدی حسن صاحب اپنے شعبہ میں تنہا تھے، اس لیے وہ دائیں بازو کے اساتذہ کا ہدف ہوتے تھے اور ان کی شہ پر جمعیت کے طلبہ بھی ان کے خلاف حرکتیں کرتے رہتے تھے۔

جنوری سن 1979 میں شعبہ فلسفہ میں جب تدریس کا آغاز کیا تو میں مہدی صاحب کے مخالف دھڑے کے ساتھ ہوتا تھا۔ ذاتی طور پر مجھے دائیں اور بائیں بازو کی تقسیم سے کوئی دلچسپی نہیں تھی کیونکہ میں یہ بات زمانہ طالب علمی میں سمجھ چکا تھا کہ تقسیم نظریاتی کم اور مفاداتی زیادہ ہے۔ میرے دوست احباب چونکہ دائیں بازو کے ساتھ تھے اس لیے دوستی نبھاتے ہوئے میں بھی ان کے ہم قدم ہوتا تھا۔ البتہ دوستی کا حلقہ میں نے کبھی ہم خیال لوگوں تک محدود نہیں کیا اس لیے مخالف کیمپ کے لوگوں کے ساتھ بھی باہمی احترام پر مبنی تعلق کو برقرار رکھا۔ مجھے ڈاکٹر مہدی حسن صاحب سے دوستی کا دعوی تو نہیں تھا لیکن ان کے ساتھ اچھا تعلق ہمیشہ قائم رہا۔ اس کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ وہ میرے استاد محترم پروفیسر شاہد حسین صاحب کے برادر نسبتی تھے۔

اس وقت مجھے ان کی ڈاکٹریٹ کرنے کی روداد یاد آ رہی ہے جو دلچسپ بھی ہے اور عبرت انگیز بھی۔ اس ضمن میں ایک لطیفہ بھی بنا تھا۔

مہدی حسن صاحب نے جب اپنا پی ایچ ڈی کا خاکہ جمع کروایا تو اس وقت شعبہ صحافت میں کوئی بھی استاد پی ایچ ڈی نہیں تھا۔ مہدی صاحب نے پروفیسر وارث میر صاحب کو سپروائزر بنایا۔ چونکہ میر صاحب خود پی ایچ ڈی نہیں تھے اس لیے شعبہ فلسفہ کے سابق سربراہ ڈاکٹر سی اے قادر صاحب کو کوسپروائزر بنایا گیا۔ میر صاحب اور مہدی صاحب میں نہ کوئی نظریاتی ہم آہنگی تھی نہ باہم دوستی تھی۔ مہدی صاحب نے اپنا لکھا ہوا چیکنگ کے لیے نہ کبھی قادر صاحب کو دکھایا اور نہ میر صاحب کو۔ ایک روز جلد کیا ہوا مقالہ انھوں نے قادر صاحب کی میز پر لا کر رکھ دیا اور ان سے اس پر دستخط کرنے کو کہا۔ قادر صاحب نے کہا، مقالہ کے اصل نگران تو میر صاحب ہیں۔ جب تک وہ دستخط نہیں کریں گے، میرے لیے ایسا کرنا ممکن نہیں۔ مہدی صاحب میر صاحب کو مقالہ دکھانا نہیں چاہتے تھے۔ قادر صاحب نے ایک بار میر صاحب کو دستخط کرنے کو کہا تو انھوں نے انکار کر دیا کہ مجھے کیا پتہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے۔ اس پر دستخط کر کے میں خواہ مخواہ کسی مصیبت میں پڑ جاؤں گا۔ یہ معاملہ کچھ دیر تک اسی طرح لٹکا رہا کہ ایک روز اچانک (9 جولائی 1987) میر صاحب کا انتقال ہو گیا۔ میر صاحب کے انتقال کے بعد قادر صاحب نے مقالہ پر دستخط کر دیے اور وہ جمع ہو گیا۔

میر صاحب کے چند ماہ بعد ہی قادر صاحب کا بھی انتقال ہو گیا لیکن وہ بطور سپروائزر اپنی رپورٹ بھیج چکے تھے۔ اب بیرونی ممتحنوں کی رپورٹیں آ چکی تھیں لیکن یونیورسٹی زبانی امتحان کا انعقاد نہیں کر رہی تھی۔ ان دنوں ڈاکٹر منیر الدین چغتائی صاحب وائس چانسلر تھے۔ لطیفہ یہ بنا تھا کہ ایک بار مہدی حسن صاحب نے چغتائی صاحب سے کہا، میرے نگران وارث میر صاحب تھے۔ انھوں نے مقالے پر دستخط کرنے سے انکار کیا اور وہ فوت ہو گئے۔ دوسرے نگران قادر صاحب تھے، وہ بھی رپورٹ لکھنے کے بعد فوت ہو گئے۔ آپ میرا وائیوا کروا دیں نہیں تو میں نے بطور نگران آپ کا نام لکھ دینا ہے۔ مجھے اتنا یاد ہے کہ جب ان کا وائیوا ہوا تو اس وقت ملک میں محترمہ بینظیر کی حکومت دوبارہ آ چکی تھی۔ یعنی جب وائس چانسلر صاحب پر حکومتی دباؤ پڑا، تبھی وہ وائیوا کا انعقاد کرنے اور پی ایچ ڈی کا نوٹیفکیشن کرنے پر آمادہ ہوئے۔

جیسا کہ میں اوپر ذکر کر چکا ہوں، ابتدا میں ہمارا تعلق دو مخالف کیمپوں سے تھا لیکن سنہ 1988 میں یہ ہوا کہ میں نے چند دوستوں کے ساتھ مل کر اپنے ہی گروپ کے بڑوں کے خلاف بغاوت کر دی۔ اس کی تفصیل بتانے کا یہ موقع نہیں۔ اس کے نتیجے میں لیفٹ کے بہت سرگرم ورکر ڈاکٹر متین مرحوم سے میری دوستی کا آغاز ہوا۔ اب اساتذہ کی سیاست میں میری حیثیت کسی گروپ سے وابستہ شخص کی نہیں بلکہ آزاد فرد کی تھی۔ ایک بار میں نے جنرل باڈی کے اجلاس میں تقریر کی تو میٹنگ کے بعد ڈاکٹر مہدی حسن صاحب بطور خاص میرے پاس آئے اور میری گفتگو کی تعریف کرتے ہوئے کہا، یونیورسٹی میں ایسے لوگوں کی بہت ضرورت ہے جو گروہی وابستگی سے بالاتر ہو کر سوچتے ہوں۔ میں نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ اس دن سے ان کے ساتھ باہمی احترام کا رشتہ قائم ہو گیا جو ان کی ریٹائرمنٹ تک جاری رہا۔

سنہ 1992 میں جمعیت والوں کے ساتھ لڑائی اتنی بڑھ گئی کہ اب میرا دائیں بازو والوں کے ساتھ چلنا ممکن نہ رہا تھا۔ چنانچہ میں رسمی طور پر دوسرے گروپ میں شامل ہو گیا۔ ڈاکٹر متین مرحوم نے میرے نہ چاہتے ہوئے مجھے اے ایس اے کے الیکشن میں دھکا دے دیا۔ الیکشن کا رزلٹ آیا تو ہمارا پینل ہار گیا اور پینل میں سب سے کم ووٹ مجھے ملے تھے۔ رزلٹ کے بعد ہم لوگ جیالوجی کے شعبے میں پروفیسر نواز صاحب کے کمرے میں بیٹھے تھے۔ مہدی صاحب نے اس وقت مجھے نصیحت کرتے ہوئے کہا، الیکشن لڑنا چھوڑ دو۔ تم کبھی نہیں جیت سکتے کیونکہ لوگ جس شخص کی زبان سے خوف کھاتے ہوں اسے ووٹ نہیں دیتے۔ میں نے ساری زندگی یہاں سیاست کی ہے لیکن الیکشن کبھی نہیں لڑا۔ میں نے مہدی صاحب کی اس نصیحت کو پلے باندھا اور انتخابی سیاست ہی نہیں، گروہی وابستگی کو بھی تج دیا۔

انسانی حقوق

ڈاکٹر توصیف احمد خان

انسانی حقوق جمہوری ریاست کا لازمی جز ہیں۔ جن ریاستوں میں انسانی حقوق کا تحفظ کیا جاتا ہے وہاں عوام کا ریاست پر مکمل اعتماد ہوتا ہے اور جہاں ریاستی ادارے انسانی حقوق کو اہمیت نہیں دیتے وہاں عوام اور ریاست کے درمیان فاصلے بڑھ جاتے ہیں جس سے منفی قوتوں کو ابھرنے اور رائے عامہ کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرنے کا موقع ملتا ہے۔

انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے پارلیمنٹ قانون سازی کرتی ہے۔ انتظامیہ ان قوانین پر عملدرآمد کو یقینی بناتی ہے اور عدلیہ انسانی حقوق کی پامالی کا نوٹس لیتی ہے اور اپنے فیصلوں کے ذریعہ انسانی حقوق کے عملی نفاذ کو یقینی بناتی ہے۔ اسلام آباد ہائی کورٹ کے چیف جسٹس اطہر من اللہ کے فیصلے اس ملک میں انسانی حقوق کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے فیصلوں نے سابق چیف جسٹس ایم آر کیانی، جسٹس فخر الدین جی ابراہیم، جسٹس دراب پٹیل اور جسٹس صبیح الدین احمد کے فیصلوں کی یاد تازہ کردی ہے۔

جسٹس اطہر من اللہ نے گزشتہ دنوں سائبر کرائم ترمیمی آرڈیننس کے خلاف سماعت کے دوران تاریخی ریمارکس دیے کہ ہتک عزت کے مقدمات میں اب فوجداری قوانین کے تحت سزاؤں کا تصور متروک ہوگیا ہے۔

فاضل جج صاحب نے کہا تھا کہ اب تو افریقی ممالک کینیا اور ایتھوپیا میں بھی ہتک عزت کے مقدمات میں فوجداری قانون کے تحت کارروائی ختم ہوچکی ہے، یوں اگر کوئی فرد، ادارہ یا ریاست یہ محسوس کرتی ہے کہ کسی تحریر، تصویر، ریڈیائی پیغام، ٹیلی وژن پر نشر کیے جانے والا مواد یا سوشل میڈیا کے مختلف پلیٹ فارمز سے وائرل ہونے والے مواد پر اس کی ہتک عزت ہوتی ہے تو یہ فرد، ادارہ یا ریاست صرف سول لاء کے تحت مقدمہ دائر کرسکتی ہے۔ اس تاریخی ریمارکس سے جس کے بارے میں امید کی جارہی ہے کہ مفصل فیصلہ کا حصہ ہوگا آزاد صحافت کا دائرہ بہت وسیع ہوگیا ہے۔

اسلام آباد میں قائداعظم یونیورسٹی کے طلبہ اپنے ایک لاپتہ ساتھی کی بازیابی کے لیے نیشنل پریس کلب اسلام آباد کے سامنے احتجاجی کیمپ لگائے ہوئے ہیں اور روزانہ مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس مظاہرہ میں طلبہ نعرے لگاتے ہیں۔ گزشتہ دنوں پولیس نے ان طلبہ کے مظاہرے کو منتشر کرنے کے لیے لاٹھی چارج کیا۔ ان مظاہرین میں ایک ایکٹیوسٹ قانون دان ایمان مزاری جو انسانی حقوق کی وفاقی وزیر ڈاکٹر شیری مزاری کی صاحبزادی ہیں اور بلوچ طلبہ کے خلاف پولیس نے نعرے لگانے پر بغاوت کا مقدمہ درج کیا۔

ایمان مزاری اور دیگر طلبہ کی عرضداشت پر فاضل چیف جسٹس نے یہ فیصلہ دیا کہ نعرہ لگانا کسی صورت غداری کے زمرہ میں نہیں آتا اور نہ ہی نعرے لگانے پر دہشت گردی کی شق کا اطلاق ہوتا ہے۔ فاضل جج نے لکھا ہے کہ پولیس اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کا فرض انسانی حقوق کو تحفظ فراہم کرنا ہے اور یہ ان کی آئینی ذمہ داری ہے نا کہ شہریوں کے انسانی حقوق کو پامال کرنا ہے۔

چیف جسٹس اطہر من اللہ نے ریمارکس دیے کہ وفاقی حکومت کو چاہیے کہ بلوچ طلبہ کو آواز اٹھانے کا فورم مہیا کرے اور ان کی بات سنے۔ انہوں نے کہا کہ وزیراعظم یا کسی وزیر کو احتجاجی کیمپ پر جا کر احتجاجی طلبہ سے بات کرنی چاہیے تھی۔ اس موقع پر اٹارنی جنرل خالد جاوید نے کہا کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا، میں معافی مانگتا ہوں۔ جسٹس اطہر من اللہ نے گزشتہ سال لاپتہ افراد کی تعریف کا تعین کرتے ہوئے کہا تھا کہ لاپتہ شخص وہ ہے جس کو ریاستی ادارے اغواء کریں۔

ہندوستان میں گزشتہ صدی کے آغاز کے ساتھ آزادی کے حصول کے لیے کئی سیاسی تحریکیں چلیں۔ خلافت تحریک میں مسلمانوں اور ہندوؤں کی قیادت شریک تھی۔ مہاتما گاندھی، مولانا محمد علی جوہر اور ابوالکلام آزاد کی قیادت میں ہندوستان کے ہر شہر میں احتجاجی جلسے ہوئے اور خلافت کو بچانے کے لیے سیاسی رہنما اور سیاسی کارکن نعرے لگاتے رہے۔ انگریز حکومت نے نعرے لگانے اور نعرے لکھنے کو سنگین جرم قرار دیا، یوں ہزاروں افراد کے خلاف نعرے لگانے پر مقدمات درج ہوئے۔

ان میں سے بہت سے افراد کو قید و بند کی سزائیں دی گئیں۔ کانگریس نے ''ہندوستان چھوڑ دو'''Quit India Movement'' شروع کی۔ یہ زیادہ وسیع پیمانہ پر پورے ہندوستان میں پھیل گئی۔ ہر چھوٹے بڑے شہر میں روزانہ جلوس نکالے جانے لگے۔ انگریز حکومت نے انڈین پینل کوڈ میں دفعہ 144 شامل کی۔ اس دفعہ کے تحت متعلقہ علاقہ کا ڈپٹی کمشنر کسی فرد کے خلاف نعرے لگانے، جلوس لگانے پر گرفتاری کے احکامات جاری کرتا تھا۔ ان دونوں تحریکوں میں محض نعرے لگانے پر لاکھوں لوگوں کو قید کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں، ہندوستان تقسیم ہوا۔ نئی آزادی ایکٹ کے تحت وہ تمام قوانین جو برطانوی ہند کے دور میں نافذ تھے نئی ریاست پاکستان میں نافذ ہوئے۔

اگرچہ ملک کے بانی بیرسٹر محمد علی جناح نے زندگی کا ایک حصہ انسانی حقوق کی جدوجہد میں گزارا تھا مگر نئی پاکستانی ریاست کا انتظام برطانوی ہند حکومت کی تربیت یافتہ بیوروکریسی نے سنبھال لیا جس کی بنیادی ٹریننگ شہریوں کے حقوق کو پامال کر کے ریاست کی اطاعت پر مجبور کرنا تھا، یوں جب بھی سیاسی جماعتیں احتجاج کرتیں، مزدور تنظیمیں اپنے حقوق کے لیے جلوس جلسے کرتیں، طلبہ تنظیمیں اور منتخب طلبہ یونین کے اراکین جلسے جلوسوں میں اپنے مؤقف کا اظہار نعرے لگا کر کرتے تو وزارت داخلہ کے سیکریٹری اپنے ماتحت صوبوں کے سیکریٹری داخلہ کو ہدایات جاری کرتے کہ حکومت مخالف جلوس جلسے نہ ہوں، ہر ضلع کے ڈپٹی کمشنر مستعد ہوجاتے۔

انسانی حقوق کی تاریخ پر نظر رکھنے والے محققین کا کہنا ہے کہ آزادی کے بعد سے اب تک لاکھوں افراد کو محض نعرے لگانے پر پولیس اور خفیہ ایجنسیوں اور دیگر قانون نافذ کرنے والے اداروں کے اہلکاروں کا تشدد برداشت کرنا پڑا۔ مہینوں تھانوں کے لاک اپ اور برسوں جیلوں میں اپنے ضمیر کی آواز کی سزا پانی پڑی۔ جنرل ضیاء الحق کے مارشل لاء دور میں تو فوجی عدالتوں نے تحریک بحالی جمہوریت میں شریک ہونے والے سیاسی رہنماؤں اور کارکنوں کو اسی جرم میں چھ ماہ سے ایک ماہ قید اور کوڑوں کی سزائیں بھی دی تھیں۔

سابق وزیراعظم محمد خان جونیجو کے دور میں سیاسی سرگرمیوں پر عائد پابندیاں ختم کردی گئی تھیں۔ بے نظیر بھٹو اور میاں نواز شریف کے ادوار میں یہ آزادی برقرار رہی۔ جنرل مشرف کے آخری سال وکلاء کی تحریک میں دفعہ 144 کا قانون مسلسل استعمال ہوا مگر 2008ء سے 2018ء تک برسر اقتدار حکومتوں نے انسانی حقوق کا احترام کیا مگر موجودہ دور انسانی حقوق کی پامالی کا دور ثابت ہوا۔ جسٹس اطہر من اللہ نے تو اپنا بنیادی فرض ادا کیا مگر اب ذمہ داری پارلیمنٹ پر عائد ہوتی ہے۔

1973ء کے آئین میں انسانی حقوق کے باب میں واضح طور پر انسانی حقوق کا تحفظ کیا گیا ہے۔ اس مہینہ حزب اختلاف کی جماعتیں تحریک عدم اعتماد کے ذریعہ عمران خان کی حکومت کے خاتمہ کے لیے کوشاں ہیں، مگر سندھ میں پیپلز پارٹی کی حکومت سندھ اسمبلی کے سامنے ایک ماہ تک دھرنا دینے والے احتجاجیوں کا مطالبہ پورا کرنے میں ناکام ہے۔ پیپلز پارٹی، مسلم لیگ ن اور جمعیت علماء اسلام کی قیادت کا فرض ہے کہ اس بات کا عہد کریں کہ اگر وہ برسر اقتدار آجائیں تو اس تاریخی فیصلہ کے پورے پاکستان میں عملی اطلاق کے لیے واضح لائحہ عمل اختیار کریں گی۔ (بشکریہ ایکسپریس)

پاکستان میں معذوری سے متعلق قوانین سازی میں معاشی ترقی

افراد باہم معذوری کے حقوق کے تحفظ وفروغ پر کام کرنے والے ایک غیر سرکاری ادارے پوٹھوہار مینٹل ہیلتھ ایسوسی ایشن (پی ایم ایچ اے) نے بالعموم افراد باہم معذوری اور بالخصوص خواتین باہم معذوری کے حقوق و فلاح بہبود کے تناظر میں پاکستان میں ہونے والی قوانین سازی پر ایک تحقیق مطالعے کا اہتمام کیا اوران کے نتائج پر مبنی ایک تفصیلی رپورٹ جاری کی۔

یہاں ہم پی ایم ایچ اے کی اجازت سے اس تحقیقی کے خلاصہ اور سفارشات پیش کر رہے ہیں تا کہ جہد حق کے قارئین کو افراد باہم معذوری کے مسائل اوران مسائل کے حل کے لیے ہونیوالی کاوشوں کا ادراک ہو سکے۔

خلاصہ

عورتوں کی معاشی خودمختاری سے نہ صرف افرادی قوت میں خواتین باہم معذوری کی تعداد بڑھے گی بلکہ تنوع کو نشو ونما ملے گی اور پاکستان کے ترقی پسند شہری کی حیثیت سے ان کی صلاحیتوں میں نکھار بھی آئے گا۔ قانون سازوں اور پالیسی سازوں کو معذوری وصنف کے تناسب سے ملازمتوں کے مخصوص کوٹے میں ترمیم کرنی چاہیے، خواتین باہم معذوری کو بااختیار بنانے کے لیے مثبت اقدامات کرنے چاہییں اوراور حقوق کی بنیاد پر قانون سازی/ پالیسی سازی کرنی چاہیے تا کہ انہیں جائے روزگار پر شمولیتی، قابلِ رسائی اور سازگار ماحول فراہم کیا جا سکے۔

زیرِ نظر تحقیقی مطالعے کے نتیجے میں درج ذیل چند ایک سفارشات سامنے آئی ہیں۔ یہ معلومات خواتین باہم معذوری، افراد باہم معذوری کے حقوق پر کام کرنے والے کارکنان، بینکاروں، پالیسی سازوں اوراراکین پارلیمان کے انٹرویوز اور ان کے ساتھ ہونے والی گفت وشنید ماحصل ہے۔

معذوریوں سے متاثرہ لڑکیوں/ عورتوں کو نہ تو نظام کی طرف سے باضابطہ توجہ ملی ہے اور نہ ہی حکومت یا ترقیاتی ایجنسیوں سے کسی قسم کی مدد ملی ہے۔ اگرچہ پاکستان کی بہت بڑی تعداد پر مشتمل 15 فیصد آبادی افراد باہم معذوری پر مشتمل ہے جس کا بیشتر حصہ خواتین باہم معذوری پر مشتمل ہے۔ خواتین باہم معذوری کے لیے لاتعلقی کے رویہ جات سماج میں گہری جڑیں پکڑے ہوئے ہیں اور وسیع پیمانے پر روایتی اور ثقافتی رسومات کا مشاہدہ کیا گیا ہے۔ اس سوچ کی بدولت کہ وہ ایک مالی ذمہ داری ہیں، وہ سہولیات سے محروم ہیں، وہ مکمل طور پر دوسروں پر منحصر ہیں۔ اس کے علاوہ، یہ ایک حقیقت ہے کہ پاکستان ایک غیر مساوی، کثیر ثقافتی، کثیر قومیتی معاشرہ ہے جہاں سماج میں شعور کے فقدان کی بدولت افراد باہم معذوری بالعموم اور خواتین باہم معذوری بالخصوص مرکزی دھارے کے دیگر افراد اور خواتین کے مقابلے میں شعبہ روزگار میں بہت پیچھے ہیں، اور معاشی ترقی میں انہیں قابلِ قدر انسانی سرمایہ تصور نہیں کیا جاتا۔

زیرِ نظر تحقیقی مطالعے سے معلوم ہوا ہے کہ معذوری اور غربت میں قریبی تعلق ہے۔ ریاست اور اس کے اداروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ حقوق پر مبنی نظام وضع کر کے خواتین باہم معذوری کے معیارِ زندگی میں بہتری لائیں اوران کے معاشی حقوق کو تحفظ دیں۔ سرکاری و کارپوریٹ شعبے خواتین باہم معذوری کی تخلیقی صلاحیتوں کو نظر انداز کر کے اور فقط ملازمتی کوٹہ کو پورا کرنے کے لیے انہیں کم آمدنی والی ملازمتوں پر کھپانے کی بجائے ان کے لیے معاشی مواقع پیدا کرنے اورانہیں فیصلہ ساز عہدوں پر براجمان کرنے کے لیے اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

اس سے انکار نہیں کہ خواتین باہم معذوری کو مرکزی دھارے میں کچھ جدو جہد ضرور کی گئی ہے مگر ملک بھر میں روزگار کے مواقع خواتین باہم معذوری کی پہنچ میں لانے کے لیے ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ عام طور پر پی ایل ڈبلیوڈیز اور خاص طور پر خواتین باہم معذوری پر بحث مباحثے کو سماج کا حصہ بنانے کی ضرورت ہے۔ زیرِ نظر تحقیقی مطالعے کا تقاضا ہے کہ عوام کو پی ایل ڈبلیوڈیز کی تکالیف روشناس کیا جائے۔

سفارشات

پالیسی سازوں اورقانون سازوں سے

- ☆ افراد باہم معذوری بشمول خواتین باہم معذوری کے حقِ روزگار کے تحفظ کے لیے، قانون سازوں اور پالیسی سازوں کو سب سے پہلے معذوری اور صنف کے تناسب سے مخصوص کوٹے میں ترمیم؛ اور جائے روزگار کو قابلِ رسائی بنانے کے لیے مالی وسائل مختص کرنے چاہئیں؛
- ☆ عام طور پر افراد باہم معذوری اور خاص طور پر خواتین باہم معذوری کے پاس فیصلہ ساز عہدوں پر پیشہ ور قائدین بننے کی صلاحیتیں ہیں۔ لہذا، مخصوص نشستوں کے ذریعے پارلیمان میں پی ایل ڈبلیوڈیز کی نمائندگی لازمی بنائی جائے اور سیاسی افرادی قوّت میں پی ایل ڈبلیوڈیز کی شمولیت کے لیے انتخاب قانون 2017 میں ترمیم کی جائے؛
- ☆ خواتین باہم معذوری کی افرادی قوّت میں معذوری کی بنیاد پر امتیاز کے بغیر شمولیت یقینی بنانے کے لیے، قانون سازوں کو حقوق پر مبنی قانون سازی/ پالیسی سازی کرنی چاہیے تا کہ ایسی خواتین کو شمولیتی، قابلِ رسائی اور سازگار جائے روزگار فراہم کیا جا سکے؛
- ☆ مساوات کے حصول کے لیے، منصفانہ حکمتِ عملی کا اطلاق یقینی بنایا جائے، اور قانون سازوں کو خواتین باہم معذوری کو تجارتی وترقیاتی شعبے میں شامل کرنے کے لیے قانون سازی کرنی چاہیے۔ وفاقی وصوبائی پبلک سروس کمیشنوں کو خواتین باہم معذوری کو اچھے معاوضے کی حامل اعلیٰ درجے کی ملازمتوں پر براجمان کرنے کے لیے اپنی شرائط وضوابط میں تبدیلی لانی ہوگی؛

وفاقی/صوبائی حکومتوں اورسرکاری/نجی شعبے سے

- ☆ معذوری سرٹیفکیٹ کے حصول کے لیے، پالیسی ساز

اپنے نظام اور قواعد میں تبدیلی لائیں اور مثبت اقدامات کریں اور نمایاں معذوریوں سے متاثرہ عورتوں کو خصوصی سی این آئی سی کے حصول کے لیے معذوری سرٹیفکیٹ سے مستثنیٰ قرار دیا جائے؛

☆ ملازمین کی فہرست مرتب کی جائے؛ اور افراد باہم معذوری کے لیے مختص اسامیوں سے متعلق معلومات مرتب اور اپ ڈیٹ کی جائیں؛

☆ انسانی وسائل کے محکمے، سماجی بہبود کے محکمے، افراد باہم معذوری کی خودمختاری کا محکمہ، وزارتِ انسانی حقوق اور کونسلز برائے افراد باہم معذوری ملازمتوں کے کوٹے پر من وعن عملدرآمد کروائیں؛

☆ آجر کارپوریٹ اور ترقیاتی شعبوں میں مختص ملازمتی کوٹہ پر عملدرآمد کروائیں اور خواتین باہم معذوری کو ان کی صلاحیتوں اور تعلیم کے مطابق ملازمتیں مہیا کی جائیں؛ ملازمتوں کے لیے ترقی کی راہیں دستیاب ہونی چاہئیں؛

☆ وفاقی وصوبائی حکومتیں جائے روزگار پر خواتین باہم معذوری کے لیے شمولیتی و سازگار ماحول یقینی بنائیں؛ اجلاسوں میں شرکت کے لیے باہر جانے والی معتدل معذوری کی حامل خواتین کو خصوصی معاون فراہم کیے جائیں؛

☆ ویب سائٹس اور اشتہارات قابلِ رسائی بنائے جائیں؛

☆ کمزور قوّت سماعت والی عورتوں کے لیے سائن لینگوایج کا بندوبست کیا جائے؛

☆ کمزور قوّت بصارت والی عورتوں کے لیے سرکاری و نجی عمارتوں میں سکرین ناظر اور ٹیکٹائل واکنگ سطحیں مہیا کی جائیں؛

☆ جسمانی معذوریوں سے متاثرہ عورتوں کے لیے قابلِ رسائی ریمپ اور بیت الخلاؤں کا بندوبست کیا جائے؛

☆ شدید نوعیت کی معذوریوں سے متاثرہ عورتوں کو سماجی تحفظ، روزگار کے مواقع اور ماہانہ الاؤنس دیے جائیں تاکہ ان کے معیارِ زندگی میں بلاامتیاز بہتر آ سکے؛

☆ تمام سرکاری، نجی، کارپوریٹ، اور ترقیاتی شعبوں کے آجروں کو چاہیے کہ وہ خواتین باہم معذوری کو صحت کی سہولیات اور سماجی تحفظ فراہم کریں۔

وفاقی وصوبائی محکمہ تعلیم سے

☆ اسکولوں میں شمولیتی تعلیم لازمی قرار دی جائے؛

☆ قابلِ رسائی داخلہ فارم اور پراسپیکٹس مہیا کیے

زیرِ نظر تحقیقی مطالعے سے معلوم ہوا ہے کہ معذوری اور غربت میں قریبی تعلق ہے۔ ریاست اور اس کے اداروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ حقوق پر مبنی نظام وضع کر کے خواتین باہم معذوری کے معیارِ زندگی میں بہتری لائیں اور ان کے معاشی حقوق کو تحفظ دیں۔ سرکاری و کارپوریٹ شعبے خواتین باہم معذوری کی تخلیقی صلاحیتوں کو نظرانداز کر کے اور فقط ملازمتی کوٹہ کو پورا کرنے کے لیے انہیں کم آمدنی والی ملازمتوں پر کھپانے کی بجائے ان کے لیے معاشی مواقع پیدا کرنے اور انہیں فیصلہ ساز عہدوں پر براجمان کرنے کے لیے اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

جائیں؛

☆ وفاقی نصابی کتب بورڈ، پنجاب نصابی کتب بورڈ، سندھ نصابی کتب بورڈ، بلوچستان نصابی کتب بورڈ اور کے پی کے نصابی کتب بورڈ بالعموم افراد باہم معذوری اور بالخصوص خواتین باہم معذوری کے کار ہائے نمایاں کی کہانیوں کو اپنے نصاب میں شامل کریں تاکہ مجموعی طور پر بچوں کو زیادہ حساس بنایا جاسکے؛

☆ خواتین باہم معذوری کی دلچسپی کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کی استعداد سازی کے منصوبے (تکنیکی و پیشہ ورانہ) چلائے جائیں؛

☆ ملک بھر میں کمزور بصارت وسماعت کی حامل لڑکیوں کو سائنس مضامین اختیار کرنے کے مواقع دیے جائیں؛

☆ جامعات کی سطح پر سائن لینگوایج کو بطور الگ زبان پڑھایا جائے؛

وفاقی وصوبائی محکمہ ٹرانسپورٹ، پاکستان ریلوے، سول ایوی ایشن اتھارٹی اور نیشنل ہائی وے اتھارٹی سے

☆ محکمہ ٹرانسپورٹ روٹس کے اجراء سے قبل قابلِ رسائی سرکاری ٹرانسپورٹ یقینی بنائے؛

☆ ٹیکٹائل واکنگ سطحیں، ریمپس، زیبرا کراسنگ اور اشاروں پر الارمز نیشنل ہائی وے اتھارٹی کے لیے لازمی قرار دیے جائے اور اور یہ ان کے انفراسٹرکچر کے قواعد کا حصہ بنائے جائیں؛

☆ ٹرینیں اور اسٹیشن قابلِ رسائی بنائے جائیں؛

☆ کوچز میں قابلِ رسائی بیت الخلاؤں کا بندوبست کیا جائے۔ ٹرین کوچز میں ریمپس نصب کیجیائیں؛

☆ ٹیکٹائل واکنگ سطحیں نصب کی جائیں؛

☆ ریلوے اسٹیشن کے کاؤنٹرز خواتین باہم معذوری کی ضروریات کے عین مطابق بنائے جائیں؛ وہیل چیئر استعمال کرنے والوں کے لیے انہیں نچلی سطح پر رکھا جائے؛

☆ ریلوے کے تمام عملے میں معذوری سے متعلق حساسیت پیدا کرنے کے لیے تربیتی پروگراموں کا اہتمام کیا جائے؛

☆ پاکستان ریلوے، سول ایوی ایشن اتھارٹی اور نیشنل ہائی وے اتھارٹی کو پالیسیوں کی مطابقت میں کرائے طے کرنا چاہیے؛

بینک دولتِ پاکستان سے

☆ افراد باہم معذوری کو مالیاتی عمل میں شامل کرنے کی غرض سے بینک کے قواعد اور محکمہ تحفظ صارفین، بینک دولتِ پاکستان کی طرف سے جاری ہونے والی پالیسی کو بغیر کسی تاخیر کے لاگو کیا جائے؛

☆ بینکوں کو افراد باہم معذوری کے کمپنی اکاؤنٹ کھولنے کی ہدایت کی جائے۔

غیر سرکاری تنظیموں (این جی اوز) اور افراد باہم معذوری کی تنظیموں (ڈی پی اوز) سے

☆ غیر سرکاری تنظیمیں تعلیم یافتہ و تجربہ کار خواتین باہم معذوری کو اپنی افرادی قوّت اور فیصلہ ساز عہدوں پر فائز کریں؛

☆ سرکاری و نجی جائے روزگار پر معذوری سے متعلق حساسیت پیدا کرنے والی تربیتی نشستوں، ورکشاپوں اور سیمینارز کا اہتمام کیا جائے؛

☆ آئی این جی اوز کو خواتین باہم معذوری کی فلاح بہبود کے لیے مالی امداد میں اضافہ کرنا چاہیے اور وہ مالی امداد افراد باہم معذوری (ڈی پی اوز) کی تنظیموں کو دی جائے؛

☆ مقامی این جی از کے جائے روزگار پر کام کاج کا شمولیتی، قابلِ رسائی اور سازگار ماحول یقینی بنایا جائے؛

☆ ڈی پی اوز خواتین باہم معذوری کے مسائل پر آگہی مہمات چلائیں۔ خواتین کے مسائل پر کام کرنے والی تنظیمیں خواتین باہم معذوری کے مسائل کو اپنی پالیسیوں میں شامل کرنے کے لیے اپنی استعداد سازی پر توجہ مرکوز کریں۔

('پاکستان میں معذوری سے متعلق قوانین سازی میں معاشی ترقی' سے اقتباس)

باجوڑ میں اقلیتی برادری کے نوجوان سرکاری ملازمتوں سے محروم

مسعود شاہ

27 سالہ نعمان مسیح گزشتہ 10 سالوں سے ضلع باجوڑ میں رہائش پذیر ہے۔ نعمان مسیح دیہاڑی دار مزدور کے طور پر صفائی کا کام کرتے ہیں۔ نہ صرف اپنا بلکہ اپنی والدہ اور دو بھائی اور چار بہنوں کا پیٹ بھی پالتے ہیں۔ نعمان نے دو سال قبل محکمہ تعمیرات میں خاکروب کی خالی پوسٹ کیلئے درخواست دی تھی، دو سال تک وہ دربدر کی ٹھوکریں کھاتا رہا اور دو سال سے اسکی درخواست اسی محکمے میں پڑی ہوئی ہے اور یہ آسامی گذشتہ دو سالوں سے خالی پڑی ہوئی ہے۔

نعمان مسیح کا کہنا ہے کہ وہ تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن غربت کیوجہ سے تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ وہ کہتے ہیں کہ روزگار کے سلسلے میں ضلع باجوڑ منتقل ہوئے تاہم یہاں پر بھی دیہاڑی دار مزدور کے طور پر ہی اکتفا کرنا پڑا اور سرکاری نوکری کے حصول کیلئے کبھی ایک محکمہ اور کبھی دوسرے محکمے میں درخواست دیتے ہیں لیکن کامیابی نہیں ملی۔ غربت کا رونا روتے ہوئے ہاتھ میں جھاڑو لئے نعمان مسیح پُرامید بھی ہے کہ ایک دن اس کو ضرور اپنا حق ملے گا۔ نعمان مسیح نے جب شادی کیلئے ایک گھر میں رشتہ بھیجا تو گھر والوں نے رشتہ اسلئے نہیں دیا کہ اس کے پاس سرکاری نوکری نہیں تھی اور انہوں نے انکار کر کے یہ کہا کہ "نعمان اپنے آپ کو سنبھالے گا یا بیوی کو"۔

اس حوالے سے جب محکمہ تعمیرات (بلڈنگ ڈویژن) سے معلومات حاصل کرنے کیلئے پوچھا گیا تو ایک اہلکار نے نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر بتایا کہ ہم نے دو سال پہلے ایک سادہ کاغذ پر اشتہار جاری کیا تھا لیکن ہمارا ایک ملازم جو پشاور سے تعلق رکھتا تھا ریٹائرڈ ہوا اور اُس نے یہ زور لگایا تھا کہ اس خالی پوسٹ پر میرا بیٹا بھرتی کریں تاہم وہ غیر مقامی تھا اور ہم یہ چاہتے تھے کہ اس پوسٹ ایک مقامی غیر مقامی مسلم بھرتی ہو اور پالیسی بھی یہی ہے۔ مذکورہ ریٹائرڈ ملازم کی جانب سے سفارشوں کی بھرمار کی وجہ سے یہ مسئلہ لٹکا ہوا تھا تاہم ہمیں تین ماہ پہلے اپروول مل گیا ہے اور ہم اس پر بہت جلد ایک غیر مسلم مینارٹی کا بندہ بھرتی کرینگے لیکن تاخیر اس وجہ سے ہوئی کہ بلدیاتی انتخابات کی وجہ سے بھرتیوں پر پابندی ہے چند دنوں میں اشتہار شائع کر کے ایک مقامی غیر مسلم کو بھرتی کرینگے۔

ایک اور مسیحی نوجوان 25 سالہ رستم مسیح روزگار کے سلسلے میں چار سال پہلے سرگودھا سے باجوڑ منتقل ہو گئے لیکن وہ بھی اب تک سرکاری نوکری حاصل نہیں کر سکا۔ رستم مسیح کبھی ایک پرائیویٹ لیٹرین کے دروازے پر بیٹھ کر مزدوری کرتے ہیں اور کبھی دوسرے پر۔ وہ موجودہ وقت میں اپنے بہنوئی کے گھر میں اپنے بیوی بچوں کیساتھ رہائش پذیر ہے۔

ضلع باجوڑ میں اقلیتی برادری کے لوگ بھرتیوں میں نظر انداز ہو رہے ہیں اور محکمہ ابتدائی وثانوی تعلیم کے زیر اہتمام بھی کچھ عرصہ قبل درجہ چہارم کی بھرتیوں میں اقلیتی برادری کے لوگوں کو نظر انداز کیا گیا۔ محکمہ تعلیم باجوڑ میں درجہ چہارم کے 205 ملازمین بھرتی کیے گئے۔ ضلع باجوڑ میں 160 سے زائد اقلیتی برادری کے لوگ مقیم ہیں اور گزشتہ چالیس سالوں سے یہاں پر رہتے ہیں جن میں اکثریت مسیحی برادری کی ہے جبکہ دو ہندوں خاندان بھی یہاں پر مقیم ہیں۔ اقلیتوں کے لوگ 1980 سے قبل روزگار کے سلسلے میں باجوڑ منتقل ہوئے اور گذشتہ چالیس سالوں سے یہاں پر رہائش پذیر ہیں۔

باجوڑ مینارٹی ایسوسی ایشن کے صدر پرویز مسیح کا کہنا ہے کہ جب بھی کوئی بھرتی آتی ہے تو اس میں اقلیتوں کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ محکمہ ایجوکیشن میں حالیہ بھرتیوں کے لئے شائع ہونیوالے اشتہار میں اقلیت کا ذکر ہی نہیں تھا اور جب ہمیں پتہ چلا تو درخواست دائر کرنے کی حتمی تاریخ گزر چکی تھی۔ اور درجہ چہارم کی بھرتیوں کیلئے اشتہار ایک ایسے اخبار میں دیا گیا تھا جو بہت کم لوگ پڑھتے ہیں۔ اگر محکمے ہمیں بھرتی کرنا چاہتے ہیں تو ہمارے گرجا کے باہر نمایاں جگہ پر پر اشتہار لگائے تاکہ ہمارے تمام لوگوں کو پتہ چلے اور وہ بھرتی کیلئے درخواستیں دیں۔

محکمہ تعلیم باجوڑ نے گزشتہ سال 205 افراد کو درجہ چہارم کی سیٹوں پر بھرتی کیا لیکن اس میں ایک بھی اقلیتی برادری کا بندہ نہیں تھا۔ قانون کے مطابق 205 بھرتیوں میں کم از کم 9 افراد کو اقلیتی برادری سے لینا چاہئے تھا۔

حق معلومات کے قانون کے تحت محکمہ تعلیم ضلع باجوڑ سے حاصل کی گئی معلومات کے مطابق حالیہ چند مہینوں میں محکمہ تعلیم ضلع باجوڑ نے درجہ چہارم میں 205 افراد بھرتی کروائے لیکن اس میں نہ صرف اقلیتی برادری کو نظر انداز کیا گیا بلکہ خصوصی افراد کو بھی نظر انداز کیا گیا۔

باجوڑ مینارٹی ایسوسی ایشن کے جنرل سیکرٹری جمیل بسمل جو کہ ہندو برادری سے تعلق رکھتے ہیں کا کہنا ہے کہ حکومت نے محکمہ تعلیم کے ٹیچنگ کیڈر اور دیگر محکموں میں اقلیت کیلئے آسامیاں مختص کی ہیں لیکن یہاں باجوڑ میں رہنے والے زیادہ تر اقلیتی برادری کے لوگ کم تعلیم یافتہ ہیں اور ان کو درجہ چہارم جیسے ملازمتوں میں حصہ دینا چاہئے۔ اُن کا کہنا ہے کہ باجوڑ میں رہنے والی اقلیت کو ماضی میں بھی نظر انداز کیا گیا ہے اور حکومت کو ماضی کی کوتاہیوں پر بھی توجہ دینی چاہئے۔

اس حوالے سے جب محکمہ تعلیم باجوڑ کے ایک ذمہ دار سے رابطہ کیا گیا تو اُن کا کہنا تھا کہ اقلیتی برادری کے لوگوں نے بھرتی کیلئے درخواستیں نہیں دی تھیں اور یہ بھی بتایا کہ ہم نے یہ آسامیاں اراضی مالکان کو دینی تھی کیونکہ اراضی مالکان نے سکولوں کیلئے مفت اراضی دی تھی تاہم جب اس نامہ نگار نے اخبار اشتہار کو دیکھا تو اُس میں سرے سے اقلیتی برادری کا ذکر موجود نہیں تھا جبکہ اس کے علاوہ ایسے سکول بھی تھے جو سرکاری اراضی میں بنے تھے۔

اس حوالے سے جب ڈائریکٹوریٹ آف ایجوکیشن ضم شدہ اضلاع کے ایک آفیسر سے رابطہ کیا گیا تو اُنہوں نے نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر بتایا کہ حالیہ درجہ چہارم کی بھرتیوں میں قوائد وضوابط کی خلاف ورزیاں کی گئی ہیں اور ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر باجوڑ نے اپنی بیوی اور بھائی کو بھی درجہ چہارم کی سیٹوں پر بھرتی کیا ہے جس پر ان کیخلاف چارج شیٹ جاری کیا گیا ہے۔

دستاویزات کے مطابق محکمہ تعلیم باجوڑ نے سال 2021 میں خاکروب کی 13 پوسٹوں پر بھی بھرتیاں کیں لیکن ان میں اقلیتی برادری کا ایک بھی بندہ نہیں تھا۔ مینارٹی ایسوسی ایشن کے جنرل سیکرٹری جمیل بسمل کا کہنا ہے کہ خاکروب کی پوسٹوں پر ہمارے لوگوں کو بھرتی کرنا چاہئے مگر محکمہ تعلیم باجوڑ نے ہمارے لوگوں کو اسی میں بھی نظر انداز کر دیا ہے۔

ضم شدہ اضلاع میں اقلیتی برادری کے لئے ہر محکمے میں بھرتیوں کے وقت پانچ فیصد کوٹے پر عملدرآمد یقینی بنانے کیلئے باقاعدہ لیٹرز جاری ہو چکے ہیں جس میں ایک لیٹر فاٹا سیکرٹریٹ سے 8 دسمبر 2017 کو جاری ہوا تھا کہ وفاقی حکومت کے واضح احکامات کی روشنی میں پانچ فیصد کوٹے پر سختی سے عملدرآمد یقینی بنایا جائے۔ اس کے بعد پولیٹیکل ایجنٹ نے چند دن بعد یعنی 27 دسمبر 2017 کو ضلع باجوڑ کے تمام محکموں کو خط ارسال کیا تھا کہ وفاقی حکومت کے احکامات کی روشنی میں پانچ فیصد کوٹے پر عملدرآمد یقینی بنایا جائے تاہم اب بھی زیادہ تر محکموں نے اس پر کوئی عمل نہیں کیا ہے اور محکمہ ابتدائی وثانوی تعلیم نے تو اس نوٹیفکیشن کو مکمل نظر انداز کر دیا ہے۔

گذشتہ سال بعض احمدی سرکاری ملازمین کو ہراساں کرنے اور ٹرانسفر کے احکامات
بنیادی حقوق و آئین پاکستان کی خلاف ورزی

عامر محمود

یکم جنوری 2020 کو نئے سال کا سورج طلوع ہوا تو دل خوش فہم کو یہ امید تھی کہ شاید اس بار واقعی کچھ نیا ہو۔ایک ایسے سماج کا خواب پورا ہو جائے جہاں عقائد کے اختلاف کی بناپر کسی سے امتیازی سلوک نہ ہو۔ہم عصر دنیا تو ایک عرصہ ہوا، رنگ،نسل،علاقہ کی بنیاد پر اپنے جیسے دوسرے انسانوں سے نفرت کو پیچھے چھوڑ چکی اور جہاں کوئی ناقبت اندیش انسانوں کے مابین کسی بھی وجہ سے تقسیم کرے اسے قانون کے کٹہرے میں لایا جا سکتا ہے۔اور کچھ نہیں تو معاشرے سے ایسی توانا آوازیں بلند ہوتی ہیں جو تفریق پیدا کرنے والوں کی مذمت کرتی ہیں۔مگر افسوس کہ وطن عزیز میں ابھی اس فضا کو قائم ہونے میں دیر ہے۔

ایف آئی اے میں ایڈیشنل ڈائریکٹر جنرل کے عہدے پر ایک احمدی ابوبکر خدا بخش فائز تھے۔دینی حلقوں نے سال 2020 کے آغاز سے احتجاجی بیانات داغے کہ ان کو مدت ملازمت مکمل ہونے پر ایف آئی اے میں ایڈوائزر کے طور پر تعینات کیا جا رہا ہے اور چونکہ وہ احمدی ہیں اس لیے یہ تقرر قابلِ قبول نہیں۔اگر کوئی سرکاری ملازم مدت مکمل ہونیکے بعد ریٹائر ہو جائے تو اس کی ملازمت میں توسیع ہونی چاہیے یا نہیں ہونی چاہیے یہ ایک الگ موضوع ہے اور ہر ایک کو اپنی رائے قائم کرنے اور اس کے اظہار کا حق ہے تاہم محض کسی کے عقیدہ کی بنا پر کسی سرکاری عہدے پر تعیناتی یا توسیع قابلِ قبول نہیں ہو سکتا کیونکہ آئین پاکستان کے مطابق صدر اور وزیر اعظم کے علاوہ کسی بھی مذہب اور مسلک کا پاکستانی فرد دیگر شرائط کے پورا ہونے پر تقرر کا اہل ہے۔

پاکستان میں احمدیوں کے ساتھ ایک طویل عرصہ سے امتیازی اور متعصّبانہ سلوک کیا جا رہا ہے۔سماجی سطح پر احمدیوں کے خلاف نفرت انگیز مہم چلائی جاتی ہے جس میں احمدیوں کے واجب القتل ہونے کے فتووں سمیت بائیکاٹ کی تحریک کی جاتی ہے۔افسوس اور بھی بڑھ جاتا ہے جب ریاستی سطح پر احمدیوں کے حقوق پامال کیے جاتے ہیں۔

پاکستانی احمدیوں کو نجی شعبہ کے ساتھ ساتھ سرکاری ملازمتوں میں لینے سے بھی گریز کیا جاتا ہے اور اکثر ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں کہ جب کسی فرد کو محض احمدی ہونے کی بنا پر ملازمت دینے سے انکار کیا جاتا ہے۔تاہم بعض احمدی اپنے تقرر کی اہلیت کی بنا پر سرکاری ملازمت حاصل کرنے میں بسا اوقات کامیاب بھی ہو جاتے ہیں۔لیکن ان احمدی سرکاری ملازمین کو دورانِ سروس اپنے ساتھیوں، بالا افسران کے ساتھ ساتھ نام نہاد علماء کی مخالفت کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔انہیں ہراساں کیا جاتا ہے اور انتہا پسند عناصر کے مطالبات پر ان کے تبادلے کئے جاتے ہیں۔

پاکستان کے آئین کی دفعہ 27 واضح اعلان کرتی ہے کہ " کسی شہری کے ساتھ جو بااعتبار دیگر پاکستان کی ملازمت میں تقرر کا اہل ہو، کسی ایسے تقرر کے سلسلے میں محض نسل، مذہب، ذات، جنس، سکونت یا مقام پیدائش کی بنا پر امتیاز روا نہیں رکھا جائے گا۔"

گذشتہ سال احمدی سرکاری ملازمین کو محض عقیدے کے اختلاف کی بنا پر تبادلوں کا سامنا کرنا پڑا ہے بلکہ مذکورہ احمدیوں کو بعض اوقات نئی جگہ چارج بھی نہیں لینے دیا گیا۔

بخدمت جناب چیف سیکرٹری ہوم پنجاب لاہور

عنوان:۔ تعیناتی چیف آفیسر شوکت حیات موجوکا

جناب عالی!

گذارش ہے کہ جناب کے حکم سے فتح جنگ اور جنڈ شہر میں شوکت حیات ماجوکا کو چیف آفیسر تعینات کیا گیا ہے۔ جس کی کاپی لف ہذا ہے اس ضمن میں تحریر ہے کہ مذکورہ آفیسر ایک مستند قادیانی ہے اور قبل ازیں ایم سی چکوال سے عوامی احتجاج کی وجہ سے لاہور بورڈ واپس کر دیا گیا تھا۔ چونکہ اہلیان فتح جنگ اور جنڈ لحاظ سے عقیدہ کے لحاظ سے سنی العقیدہ وفقہ حنفی کے ساتھ وابستگی رکھتے ہیں اور اس بات پر ایمان کامل ہے کہ نبی ﷺ اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں ہے۔ مندرجہ بالا صورتحال کے پیش نظر چیف آفیسر کی تعیناتی ضلع بھر میں انتشار اور ناپسندیدہ حالات کا پیش خیمہ ہو سکتی ہے۔ مذکورہ آفیسر کے مراسلہ تعیناتی کے فوراً بعد ہی ضلع بھر کے سیاسی و سماجی حلقوں میں شدید تشویش پائی جاتی ہے۔

امر بالا اس بات کی نمائندگی کرتا ہے کہ ایسا شخص کہ جو نبی آخر الزماں ﷺ کی ختم نبوت پر کامل ایمان نہ رکھتا ہو علاقہ کے لیے اور مکین علاقہ کے لیے کسی طرح بھی فائدہ مند یا سودمند نہ ہے بلکہ مذکورہ بالا آفیسر نے قادیانیوں کے ٹی وی چینل پر برملا اپنے قادیانی ہونے کا اظہار بھی کیا اور معترف ہوا۔ اس تمام صورتحال کے پیش نظر آپ سے مودبانہ گذارش ہے کہ مذکورہ آفیسر کی تعیناتی کو فوراً روکا جاوے اور کسی بھی صورت تحصیل فتح جنگ (جنڈ) میں تعینات نہ کیا جائے تاکہ علاقہ میں کسی بھی قسم کی غیر یقینی صورتحال سے بچا جا سکے۔

سائلین علاقہ جناب کے ممنون رہیں گے۔

العارض

اہلیان فتح جنگ و جنڈ ضلع اٹک

کاپی برائے اطلاع:۔

ڈی سی اٹک

ڈی ایس پی اٹک

اے سی فتح جنگ

1۔خوشاب سے تعلق رکھنے والے ایک احمدی جناب ملک شوکت حیات مجوکہ صاحب تحصیل آفیسر (TMO) مخالفت کی وجہ سے مسلسل تبادلوں کی زد میں رہے۔ان کو مو?رخہ 16 جولائی 2021ء کو تحصیل کونسل میانوالی میں آفیسر تعینات کیا گیا تھا۔مخالفین نے احمدی ہونے کی وجہ سے ان کی تقرری کے خلاف احتجاج کیا۔قبل ازیں یہ احمدی افسر فتح جنگ و جنڈ ضلع اٹک میں تعینات تھے۔ وہاں مقامی مولویوں کی طرف سے ان کے خلاف چیف سیکرٹری پنجاب کو درخواست دی گئی تھی کہ یہ احمدی ہیں اور علاقہ مکین سنی العقیدہ ہیں اور ختمِ نبوت پر مکمل ایمان رکھتے ہیں لہذا یہ بات کسی انتشار کا موجب بن سکتی ہے۔لہذا ان کی تعیناتی کو روکا جائے۔اس پر ان کا تبادلہ میانوالی ہوا تھا لیکن یہاں بھی محض احمدی ہونے کی وجہ سے ان کے تقرر کی مخالفت ہوئی۔

بعد ازاں ان کا تبادلہ کر کے راولپنڈی میں تعینات کیا گیا۔ موصوف اپنی تعیناتی کے آرڈر کے بعد جوائننگ (Joining) کے لئے DC راولپنڈی کو ملنے گئے تو وہاں بھی مولوی حضرات آگئے اور ان کی تعیناتی کے خلاف درخواست جمع کروا دی گئی تاہم DC صاحب نے ان کی جوائننگ لے لی اور یہ ڈیوٹی پر جانا شروع ہوگئے۔اس کے بعد ان کے خلاف مہم چلائی گئی اور سوشل میڈیا پر طوفان کھڑا کر دیا گیا۔ٹوئیٹر پر ان کے خلاف قادیانی شوکت حیات کو ہٹاؤ ہیش ٹیگ کے عنوان سے ٹرینڈ چلایا گیا۔

اسی طرح مولویوں کی طرف سے ان کی تعیناتی پر ویڈیوز اور میسجز کے ذریعہ سخت ردِ عمل کا اظہار کیا گیا اور ان کو نہ ہٹانے کی صورت میں دھرنے کا اعلان کیا گیا تھا۔جس پر مورخہ 25 اگست کو ان کا تبادلہ لاہور ہیڈ آفس کیا گیا اور کچھ عرصہ وہاں رکھنے کے بعد ان کو خوشاب تبدیل کیا گیا۔

خوشاب میں بھی محض احمدی ہونے کی بنیاد پر ان کی تعیناتی کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے ان کی برطرفی کا مطالبہ کیا گیا۔ابھی 25 ستمبر کو جوائننگ کی ہی تھی کہ احتجاج شروع ہو گیا جس پر حکومت پنجاب نے ان کو دوبارہ لاہور ہیڈ آفس بھجوا دیا۔

یعنی اس افسر کو اس جگہ بھی اپنی ڈیوٹی سرانجام دینے نہیں جا رہی اور ہر جگہ اس شر انگیز طبقہ کے آگے حکومتی افسران سرینڈر کرتے چلے جا رہے ہیں۔

جناب شوکت حیات صاحب کے خلاف نفرت انگیز مہم کے متعلق سوشل میڈیا لنکس

https://www.youtube.com/watchv=chkjYtBM70

https://www.youtube.com/watchv=Y6-a31nOwDk

ڈاکٹر وسیم احمد صاحب ساکن دنیا پور ضلع لودھراں)

CEO چیف ایگزیکٹو آفیسر) محکمہ ہیلتھ ضلع چکوال میں ذمہ داریاں ادا کر رہے تھے۔ ان کے خلاف مخالفین کی طرف سے سوشل میڈیا اور اخبارات کے ذریعہ مہم چلائی گئی اور ان کی تعیناتی کے خلاف احتجاج کر کے ہراساں کیا گیا۔ نیز ان کو برطرف کرنے اور ضلع بدر کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ اسی طرح مقامی اخبارات میں بیانات دیے گئے کہ ''قادیانی افسر کی تعیناتی نامنظور'' اور ''ختم نبوت کے منکرین 2 افسران فوری طور پر ضلع بدر کیے جائیں۔'' اسی طرح مولویوں کی طرف سے خطبات جمعہ میں ان افسران کی تعیناتی کی مذمت کرنے اور ان کو ضلع بدر کرنے کی قرارداد پاس کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ اس سلسلہ میں عالمی مجلس ختم نبوت، تحریک خدام اہلسنت والجماعت اور احرار الاسلام سرگرم ہے۔

مورخہ 26 اگست 2021ء کو مجلس تحفظ ختم نبوت کا ایک اجلاس چکوال میں منعقد ہوا۔ جس میں تحصیل تلہ گنگ، لاوہ اور چوآسیدن شاہ کے نمائندگان بھی شامل ہوئے۔ اس اجلاس میں 29 اگست تک ڈاکٹر وسیم احمد کی تبدیلی کا الٹی میٹم دیا گیا۔ اس سلسلہ میں مورخہ 27 اور 29 اگست کو جلوس نکالے گئے اور مطالبہ کو دہرایا گیا۔ جب محکمہ کی طرف سے کوئی ایکشن نہ لیا گیا تو مولویوں نے 29 اگست کو 2 ستمبر تک وقت دیا نیز ایسا نہ ہونے کی صورت میں حد سے بڑھ کر اقدامات کی دھمکی دی گئی۔ اس کارروائی میں مولویوں کے ساتھ ساتھ تاجر اور وکلاء وغیرہ بھی شامل ہوئے۔ ان حالات کی بناء پر مورخہ 31 اگست 2021ء کو محکمہ کی طرف سے مکرم ڈاکٹر وسیم احمد صاحب کے چکوال سے ٹرانسفر کے احکامات جاری کیے گئے۔

محترمہ عائشہ کنول صاحبہ ساکن دوالمیال ضلع چکوال انچارج دارالامان ضلع چکوال فرائض سرانجام دے رہی ہیں۔ محترمہ عائشہ کنول صاحبہ ساکن دوالمیال ضلع چکوال نے 2010 میں پنجاب پبلک سروس کمیشن کا امتحان پاس کیا تھا۔ جس کے بعد ان کی پری سلیکشن محکمہ سوشل ویلفیئر اینڈ بیت المال میں ہوئی تھی اور موصوفہ مختلف جگہوں پر تعینات رہیں۔ مورخہ 20 اگست 2020ء کو ان کا بطور سپرنٹنڈنٹ دارالامان ضلع چکوال تقرر ہوا تھا۔ نومبر 2020ء میں ان کے خلاف ایک درخواست DC کو دی گئی جس میں لکھا گیا کہ

عائشہ کنول صاحبہ قادیانی ہیں اور کٹر مرزائی ہیں۔

ضلع چکوال میں PTI اور مسلم لیگ ق کے سیاسی سرکردہ نمائندہ جماعت مخالفانہ کارڈ استعمال کر کے اپنی پوزیشن مضبوط بنانے چاہ رہے ہیں۔ یہاں سے تعلق رکھنے والا صوبائی وزیر معدنیات حافظ عمار یاسر، چوہدری پرویز الٰہی کا خاص نمائندہ ہے اور اپنی پارٹی پوزیشن مضبوط بنانے کے لئے جماعت مخالفانہ کارڈ استعمال کرتا ہے اور اسپیکر پنجاب اسمبلی چوہدری پرویز الٰہی نہ صرف اس کی حمایت کرتے ہیں بلکہ خود بھی جماعت احمدیہ کے خلاف اقدامات کے حوالے سے پیش پیش ہیں۔

جناب علی نصیر آمینی

صاحب ابن مکرم نصیر الدین آمینی صاحب حسن ابدال میں بطور ADLG فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ کچھ عرصہ قبل موصوف کو ڈپٹی ڈائریکٹر لوکل گورنمنٹ اٹک کا ایڈیشنل چارج بھی دے دیا گیا تھا۔ موصوف کی تعیناتی کے بعد مخالفین کی طرف سے ان کی اٹک میں تعیناتی کے خلاف احتجاج کیا گیا اور میڈیا اور سوشل میڈیا کے ذریعہ ان کو تبدیل کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ جس پر محکمہ کی طرف سے مورخہ 2 ستمبر 2021ء کو موصوف سے یہ چارج واپس لے لیا گیا۔

مذکورہ احمدی سرکاری ملازمین کے محض عقیدے کے اختلاف کی بنا پر تبادلے آئین پاکستان کی دفعہ 33 کی واضح خلاف ورزی ہے جس میں صراحت سے بیان کیا گیا ہے کہ

"مملکت شہریوں کے درمیان علاقائی، نسلی، قبائلی، فرقہ وارانہ اور صوبائی تعصّبات کی حوصلہ شکنی کرے گی۔" افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ محض عقیدے کے اختلاف پر مخالفین کے مطالبات پر احمدی سرکاری ملازمین کے مسلسل تبادلے کر کے ریاستی حکام نے احمدیوں کے خلاف تعصب کی حوصلہ شکنی کرنے کی بجائے گھٹنے ٹیک کر، احمدیوں کے خلاف تعصب کی حوصلہ افزائی کی ہے اور یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ جماعت احمدیہ کے افراد کے لئے سرکاری ملازمتوں کے دروازے بند ہیں اور ریاست ان مٹھی بھر تشدد پسند اور متعصب لوگوں کے آگے بے بس ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان میں بسنے والے تمام احمدیوں کے ساتھ ساتھ احمدی سرکاری ملازمین کو تحفظ کا احساس دلایا جائے اور ریاست بانیِ پاکستان قائداعظم کے اس رہنما اصول پر پالیسی تشکیل دے جس میں انہوں نے فرمایا تھا کہ

" آپ کا تعلق کسی بھی مذہب یا ذات یا عقیدے سے ہو سکتا ہے، مگر کاروبار ریاست کو اس سے کوئی سروکار نہیں"۔

پنجاب: 2021 میں ہیلتھ یونٹس اور سینٹرز میں ایک ہزار حاملہ خواتین، 88 ہزار بچوں کا انتقال

آصف چوہدری

ایک حکومتی رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ 2021 کے دوران پنجاب کے بنیادی ہیلتھ یونٹس (بی ایچ یو) اور دیہی ہیلتھ سینٹرز (آر ایچ سی) میں ایک ہزار حاملہ خواتین، 88 ہزار سے زائد نومولود اور پانچ سال سے کم عمر بچے جان کی بازی ہار گئے۔

ڈان اخبار کی ایک رپورٹ کے مطابق اعداد وشمار سے دیہی سطح پر صحت کی سہولیات کی خرابی اور خواتین و بچوں کی صحت کی دیکھ بھال میں درپیش مسائل کی نشاندہی ہوتی ہے۔

مذکورہ رپورٹ پنجاب کے ترقی ومنصوبہ بندی کے بورڈ کی جانب سے تیار کی گئی ہے، جو نوزائیدہ بچوں کی صحت اور غذائیت کے پروگرام (آئی آر ایم این سی ایچ) پر مرتب کی گئی ہے۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ آر ایچ سیز اور بی ایچ یوز میں 88 ہزار 21 بچوں کا انتقال ہوا، جبکہ 62 ہزار 813 بچے مردہ پیدا ہوئے۔

پنجاب حکومت کی جانب سے ابتدائی طور پر یہ پروگرام زچگی میں اموات کی شرح کم کرنے، نومولود اور بیماری سے بچوں کی اموات اور خاندانی منصوبہ بندی کی سہولیات، بچوں اور خواتین میں غذائیت کی بہتری کے لیے شامل کیا گیا تھا۔

رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ زچگی کے دوران ماں اور نوزائیدہ کی اموات سے بچنے کے لیے شروع کیا گیا آئی آر ایم این سی ایچ پروگرام میں ناکامی کا الزام لگایا گیا تھا، یہ پروگرام دیہی علاقوں میں بڑے پیمانے پر شروع کیا گیا تھا۔ ریاست کی جانب سے فراہم کی جانے والی اس سہولت سے زیادہ تر دیہی علاقوں کے خواتین اور بچے مستفید ہورہے تھے جو براہِ راست ہیڈکوارٹرز کے ہسپتالوں کا دورہ نہیں کرسکتے۔

آر ایچ سیز اور بی ایچ یوز میں 88 ہزار 21 بچوں کا انتقال ہوا، جبکہ 62 ہزار 813 بچے مردہ پیدا ہوئے

ذرائع کا کہنا ہے کہ یہ رپورٹ پنجاب کے 36 اضلاع کے انسانی حقوق کمیشن اور بنیادی ہیلتھ یونٹس کے فراہم کردہ اعداد وشمار پر مبنی ہے جبکہ دیگر ہیلتھ کیئر سہولیات سے اعداد وشمار حاصل کیے جارہے ہیں۔

صحت کے ماہرین نے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ ماؤں اور بچوں کی اموات کے اعداد وشمار ممکنہ طور پر اس سے زیادہ ہی ہوں گے۔ رپورٹ میں شامل کیے گئے اعداد وشمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ پنجاب میں 2021 کے دوران آر ایچ یو اور بی ایچ یو میں مجموعی طور پر 6 لاکھ 24 ہزار 752 بچے پیدا ہوئے۔ رپورٹ میں کہا گیا کہ '2021 میں آئی آر ایم این ایچ پروگرام کو زچگی کے دوران ایک ہزار اموات رپورٹ ہوئیں، جو صحت عامہ کو درپیش مسائل کی اہمیت اور اس معاملے کی حساسیت کے پیشِ نظر کافی زیادہ ہیں'۔

انہوں نے کہا کہ زچگی کے دوران اموات کی شرح سے ظاہر ہوتا ہے کہ بی ایچ یو اور آر ایچ سی میں فراہم کی جانے والی زچگی کی سہولیات فراہم کرنے کے پروگرام میں کوئی کوتاہی ہے اور پنجاب بھر میں لیڈی ہیلتھ ورکرز کو اسے زچگی کے دوران اموات کی شرح (ایم ایم آر) کم کرنے کے لیے اس میں بہتری لانے کی ضرورت ہے۔

اسی طرح 2021 میں آئی آر ایم این سی ایچ پروگرام میں 25 ہزار 208 پانچ سال سے کم عمر بچوں کی اموات ہوئیں جس میں 13 ہزار 706 نوزائیدہ بچے، 8 ہزار 45 شیر خوار جبکہ 3 ہزار 457 ایسے بچے شامل ہیں جن کی عمریں 5 سال سے کم ہیں۔ علاوہ ازیں سال 2021 کے دوران پنجاب میں مجموعی طور پر 62 ہزار 813 بچے مردہ پیدا ہوئے۔ آئی آر ایم این سی ایچ پروگرام میں خامیاں ظاہر کرتے ہوئے لاہور کے سرکاری سبزازار ہسپتال کا حوالہ دیا گیا جہاں ایک ہزار 439 بچوں کا انتقال غذائی قلت کی وجہ سے ہوا، ان میں سے 138 کو انتہائی نگہداشت یونٹ میں داخل کیا گیا تھا۔ (بشکریہ ڈان)

شادی سے انکار پر ہندو لڑکی قتل، ملزم گرفتار

محمد حسین خان

سکھر پولیس کا کہنا ہے کہ شہر کی چھوہارا منڈی کے قریب ہندو برادری سے تعلق رکھنے والی 18 برس کی لڑکی پوجا کماری کو مبینہ طور پر شادی سے انکار پر گولی مار کر قتل کر دیا گیا۔

اسٹیشن ہاؤس آفیسر (ایس ایچ او) سکھر بشیر جاگیرانی کے مطابق حملہ آور کی شناخت واحد بخش لاشاری کے نام سے ہوئی ہے، ملزم اپنے 2 ساتھیوں کے ہمراہ پوجا کماری کے گھر میں داخل ہوا اور فائرنگ کر دی۔

پولیس نے بتایا کہ ملزم واحد لاشاری پوجا کماری سے شادی کرنا چاہتا تھا لیکن انہوں نے شادی سے انکار کر دیا تھا۔

مقتولہ کے والد 'صاحب اوڈ' کی مدعیت میں ملزمان کے خلاف دفعہ 34 (کئی افراد کی جانب سے مشترکہ مقصد کو آگے بڑھانے کے لیے اٹھایا جانے والا قدم)، دفعہ 302 (قتل کی سزا) اور دفعہ 337 ایچ ٹو (عجلت یا لاپرواہی میں کیا گیا ایسا کوئی عمل جس سے انسانی جان یا کسی کو ذاتی خطرہ لاحق ہو، اس سے پاکستان پینل کوڈ کے تحت 3 ماہ تک قید یا جرمانے یا دونوں سزائیں ایک ساتھ دی جاسکتی ہیں) کے تحت فرسٹ انفارمیشن رپورٹ (ایف آئی آر) درج کروادی گئی۔

پولیس نے آج ملزم واحد لاشاری کو گرفتار کرکے مقامی عدالت کے سامنے پیش کردیا، جہاں عدالت نے انہیں 10 روزہ جسمانی ریمانڈ پر پولیس کے حوالے کردیا۔

پوجا کماری کے قتل کی سوشل میڈیا پر بھرپور مذمت کی جارہی ہے، سماجی رابطے کی ویب سائٹ ٹوئٹر پر جسٹس فار پوجا کا ہیش ٹیگ ٹرینڈ کرتا رہا۔

مقتولہ کے لیے انصاف کا مطالبہ کرنے والوں میں متحدہ قومی موومنٹ (ایم کیو ایم) کے سابق رہنما رضا ہارون بھی شامل ہیں، انہوں نے اس واقعے کو سندھ میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی اور مذہبی اقلیتوں پر ظلم وستم کی بدترین شکل قرار دیتے ہوئے پاکستان پیپلز پارٹی (پی پی پی) کے چیئرمین بلاول بھٹو زرداری پر واقع کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے زور دیا۔ سماجی کارکن جبران ناصر نے صوبائی حکام پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ پی پی پی کی حکومت میں کم عمری میں شادی کے خلاف قوانین کاغذ کے ٹکڑے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔ انہوں نے کہا نابالغ لڑکیوں کی جبری مذہب تبدیلی کا راستہ اسی لیے کھلا ہے کیونکہ کرپٹ اور جاہل عہدیدار کم عمری کی شادیوں کے سہولت کار ہوتے ہیں۔

نوبل انعام یافتہ ملالہ یوسفزئی کے والد ضیا الدین یوسفزئی نے واقعے کو المناک اور گھناؤنا جرم قرار دیتے ہوئے کہا کہ ہم سب کو مل کر ہندو لڑکی پوجا کماری کو انصاف فراہم کرنے کے لیے آواز اٹھانی چاہیے۔

پیکا ترمیمی آرڈیننس کے خلاف احتجاج

حیدرآباد پی ایف یو جے کی کال پر حیدرآباد یونین آف جرنلسٹس کی جانب سے پیکا ترمیمی آرڈیننس 2022 کے خلاف حیدرآباد پریس کلب کے سامنے ایچ یو جے صدر جے پرکاش موورانی، جنرل سیکریٹری جانی خاصخیلی، خازن فرید لاکھو، حیدرآباد پریس کلب کے جنرل سیکریٹری اقبال ملاح، ودیگر کی قیادت میں صحافیوں نے بازوؤں پر سیاہ پٹیاں باندھ کر احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مظاہرے میں شریک شرکاء نے پریس کلب پر سیاہ جھنڈے لہرا کر سیاہ قانون کے خلاف نعرے بازی کی۔ اس موقع پر مذکورہ رہنماؤں نے کہا کہ حیدرآباد یونین آف جرنلسٹس نے اس سیاہ قانون کو پہلے قبول کیا نہ اب قبول کرے گی۔ ملک میں میڈیا کو دبانے کے لیے بنائے گئے اس قانون کیخلاف ہر فورم پر احتجاج ریکارڈ کرانے کا عزم کیا ہوا ہے۔ وفاقی حکومت نے عوام کے مقدس ایوانوں کا تقدس پامال اور پیکا آرڈیننس لاکر آزادی صحافت پر کاری ضرب لگائی ہے، حکومت کا یہ غیر جمہوری اقدام آئین، جمہوریت اور اظہار رائے کی آزادی کیخلاف ہے اگر حکومت نے یہ سیاہ قانون واپس نہیں لیا تو سندھ سمیت ملک بھر کے صحافی اظہار رائے کی آزادی کے لیے شدید مزاحمت اور پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس کی کال پر اپنا رخ اسلام آباد کی طرف کردیں گے۔ مظاہرے میں سینئر صحافی منصور مری، اعجاز لغاری، فاضل چنہ، نیاز وگھیو، جاوید چراغ، عباس قصر، ونود کمار، غلام قادر توصیفی، ساجد علی خان، ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے سنیئر میمبر و ڈیفنڈر لالہ عبدالحلیم شیخ ودیگر نے شرکت کی۔

(لالہ عبدالحلیم شیخ)

وراثت میں خواتین کے حقوق پر سیمینار

وانا پریس کلب وانا میں وراثت میں خواتین کے حقوق پر ایک سیمینار کا انعقاد کیا گیا جس کے مہمان خصوصی ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر ڈاکٹر عنایت الرحمٰن تھے۔ جے یو آئی کے مولانا محمود عالم، مولانا صابر اللہ وزیر، اے این پی کے ایاز وزیر، یسین وزیر، این ڈی ایم کے طارق وزیر اور علی محمد وزیر، پے کے میپ کے ملک خیال محمد وزیر، پی پی پی کے امان اللہ وزیر، آزاد امیدوار برائے چیئرمین تحصیل لقمان وزیر، ازاد امیدوار عامر خان وزیر، شاکر خان، لیکچرر وصی وزیر کے علاوہ مختلف مکتب فکر کے لوگوں نے شرکت کی۔

جمعیت علماء اسلام کے رہنما مولانا محمد عالم وزیر نے کہا کہ ہمیں خواتین کے حقوق پر بات کرنی چاہیے اور ہمیں چاہیے کہ خواتین کو وہ حقوق دیں جو اسلام نے واضح کیے اور ہم اس پر مساجد میں خطابات کے دوران بات کرینگے تاکہ عوام کو عورتوں کے حقوق سے باخبر رکھیں۔ نیشنل ڈیموکریٹک مومنٹ کے رہنما علی محمد وزیر نے کہا کہ اسلام نے خواتین کو سماجی، قانونی، معاشی اور سیاسی تناظر میں تمام بنیادی حقوق عطا کیے ہیں۔ ان میں زندگی کا حق، عزّت کا تحفظ، باپ، شوہر اور بیٹے کی طرف سے مکمل کفالت، تعلیم، کاروبار یا مال کمانے کا اختیار، جائیداد رکھنے، وراثت، رضامندی سے شادی، مہر، ناچاقی کی صورت میں خلع، شوہر سے علیحدگی کی صورت میں بچّوں کے اخراجات، مطلقہ یا بیوہ کے لیے دوسری شادی، آزادی رائے کا اظہار، عبادات اور سماجی سرگرمیوں میں شمولیت جیسے حقوق شامل ہیں۔ پی پی وانا کے امیدوار تحصیل چیئرمین امان اللہ وزیر نے کہا کہ اس کے برعکس، اسلام نے مَرد اور عورت دونوں کا وراثت پر حق تسلیم کرتے ہوئے عورت کو بھی مختلف حیثیتوں میں منقولہ اور غیر منقولہ اموال و جائیداد میں حصّے دار ٹھہرایا۔ مرد و عورت، دونوں اپنے ورثا کے لیے مال چھوڑ سکتے ہیں اور دونوں ہی اپنے اقربا کی وراثت سے حصّہ پانے کے حق دار ہیں۔ عوامی نیشنل پارٹی کے رہنما ایاز وزیر نے کہا کہ میں نے اللہ سے وعدہ کیا ہے کہ بیٹیوں کو بیٹے جیسے حقوق دوں گا۔ ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر ڈاکٹر عنایت الرحمٰن نے کہا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ’’مَردوں کے لیے اُس مال میں حصّہ ہے، جو ماں باپ اور قریبی رشتے داروں نے چھوڑا ہو۔ اور عورتوں کے لیے بھی اُس مال میں حصّہ ہے، جو ماں باپ اور قریبی رشتے داروں نے چھوڑا ہو، خواہ تھوڑا ہو یا بہت۔ اور یہ حصّہ (اللہ کی طرف سے) مقرّر ہے۔‘‘ پروگرام کا اہتمام صحافی گل زومان وزیر اور خورشید وزیر نے کیا تھا۔

(مسعود شاہ)

دہشت گردی سے تباہ شدہ املاک کا سروے کیا جائے

باڑہ دہشت گردی سے متاثر باڑہ سب ڈویژن کے عوام کو تباہ شدہ املاک کے باقی ماندہ سروے کو مکمل کر کے سروے چیک جلد از جلد ریلیز کیئے جائیں، بصورتِ دیگر نہ ختم ہونے والا احتجاجی دھرنا دیں گے۔ ان خیالات کا اظہار آفریدی ریلیف کمیٹی کے ایگزیکٹو ممبر جعفر لالا نے میڈیا کے نمائندوں سے گفتگو کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ باڑہ سب ڈویژن میں گزرے ہوئے خراب حالات کے شکار ہزاروں مسمار گھروں کے سروے کرائے جائیں اور جن گھروں کے سروے کیے گئے ہیں ان کو جلد از جلد چیک جاری کیے جائیں۔ انہوں نے کہا کہ 2017 میں کیے گئے سروے کے چیک پانچ سال گزرنے کے باوجود بھی ریلیز نہیں کیے گئے جس کی وجہ سے مقامی لوگ شدید مشکلات سے دوچار ہیں۔ جعفر لالا نے کہا کہ گزشتہ تین سالوں سے چیئرمین معروف خان آفریدی کی سربراہی میں آفریدی ریلیف کمیٹی نے حکومتی عہدیداروں کے ہر دروازے پر دستک دی اور باڑہ سب ڈویژن کے مسمار گھروں کے سروے مکمل کرانے اور سروے کیے گئے گھروں کے چیک ریلیز ہونے کا پوچھا ہے لیکن ابھی تک کوئی ٹھوس جواب موصول نہیں ہوا۔ جعفر آفریدی نے صوبائی حکومت کو خبردار کرتے ہوئے کہا کہ وہ ہمارے گھروں کے سروے کے معاملے پر سنجیدگی سے غور کرے اور ہمارے غریب عوام کو ان کا حق دیں بصورتِ دیگر وہ بھرپور احتجاجی دھرنے کا آغاز کریں گے۔

(منظور آفریدی)

پیکا آرڈیننس کے خلاف صحافیوں کا احتجاج

ٹنڈو محمد خان پاکستان فیڈرل یونین اٰف جرنلسٹس پاکستان کی کال پر پیکا آرڈیننس کے خلاف ٹنڈو محمد خان پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ مظاہرے سے خطاب کرتے ہوئے پی ایف یو جے حیدرآباد کے سینئر نائب صدر رمضان شورو، ٹنڈو محمد خان یونین اٰف جرنلسٹس کے صدر بشیر چشتی، جنرل سیکریٹری مصطفیٰ کا تیار قادر شورو اور دیگر نے کہا کہ پیکا آرڈیننس صحافت کا گلا دبانے کی سازش ہے جس کو ہم کبھی بھی تسلیم نہیں کریں گے۔

(محمد رمضان شورو)

ماں، بیوی، بھائی اور بھتیجی کو ابدی نیند سلا دیا

ملاکنڈ مالاکنڈ کے علاقے درگئی میں افسوسناک واقعہ پیش آیا ہے۔ایک شخص نے اندھا دھند فائرنگ کر کے اپنی ماں، بیوی بھائی اور بھتیجی کو قتل کر دیا۔ پولیس کے مطابق فائرنگ کا واقعہ درگئی کے علاقے سورن شریف میں پیش آیا۔ اہل علاقہ کا کہنا ہے کہ فائرنگ کرنے والے شخص کا ذہنی توازن درست نہیں ہے اور اس نے گھریلو ناچاقی پر اپنے گھر کے 4 افراد کو قتل کیا۔نعشیں پوسمارٹم کے لئے درگئی ہسپتال منتقل کر دیں گئیں ہیں۔ملزم واردات کے بعد موقع سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ پولیس کے مطابق فائرنگ کرنے والے ملزم کی تلاش جاری ہے،ملزم کی گرفتاری کے لیے ناکہ بندی بھی کر دی گئی ہے۔

(مسعود شاہ)

پوجا کماری کے بہیمانہ قتل کی مذمت

سجاول پوجا کماری کے بے رحمانہ قتل کے سلسلہ میں ہندو پنچایت ڈسٹرکٹ سجاول کی میٹنگ میر پور بٹھورو میں ڈسٹرکٹ پریذیڈنٹ مادھو داس کی سربراہی میں عمل میں لائی گئی جس میں ڈسٹرکٹ کے باقی شہروں سے وفود نے شرکت کر کے شدید غم اور غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہندو ناری پوجا کماری کا سر عام قتل عام ریاست/حکومت کی ناکامی کا کھلا ثبوت ہے۔انہوں نے کہا کہ سندھ کے اندر ہندو کمیونٹی بہت ہی غیر محفوظ ہے جس کا کھلا ثبوت ایک پوجا کماری کا بے حسی سے قتل کرنا ہے .انہوں نے مطالبہ کیا کہ قتل کی اس سازش میں ملوث افراد کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے، ریاست مدینہ کا ڈھول بجانے والے یہ بتائیں کہ کیا کسی بے قصور نہتی لڑکی کو اس طرح قتل کیا جاتا ہے جسکے قاتل گرفتار نہ ہوں اور وہ گھومتے پھر رہے ہوں۔انہوں نے کہا کہ قاتلوں کو گرفتار کر کے انصاف کا تقاضہ پورا کیا جائے اور ہندو برادری میں پائی جانے والی بے چینی ختم کی جائے۔

(چیتن لال)

زمین کا تنازعہ 6 زندگیاں نگل گیا

نوابشاہ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے شہید بینظیر آباد میں ہونے والی ہلاکتوں پر گہرے دکھ اور لواحقین سے ہمدردی کا اظہار کیا ہے۔کمیشن نے مطالبہ کیا ہے کہ ضلع بینظیر آباد میں ہلاک ہونے والے 6 افراد کے قتل کی غیر جانبدارانہ اور شفاف تحقیقات کی جائیں اور واقعے کے حوالے سے اٹھنے والے سوالات کی حقیقت سے عوام کو آگاہ کیا جائے۔ضلع شہید بینظیر آباد کی تحصیل قاضی احمد کے علاقے نواب ولی محمد میں گزشتہ کئی ماہ سے زمینی تنازعات کی وجہ سے غیر یقینی صورت حال تھی۔ضلعی انتظامیہ زرداری اور بھنڈ برادری کے درمیان زمین کے تنازعہ کو حل کرنے میں سنجیدہ دکھائی نہیں دی جس کی وجہ سے 12 فروری 2022 بروز ہفتہ، 6 افراد اپنی جان سے گئے اور 8 شدید زخمی ہیں۔مارے جانے والوں میں SHO مرزا پور اور بھنڈ برادری کے 5 افراد شامل ہیں۔مارے جانے والے افراد کے لواحقین کا کہنا ہے کہ قاتلوں کو بااثر افراد کی پشت پناہی حاصل ہے۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے مطالبہ کیا ہے کہ واقعے کی اعلیٰ سطح پر غیر جانبدارانہ اور شفاف تحقیقات کی جائیں،بھنڈ برادری کے مقتولین کی FIR ان کے ورثاء کی مدعیت میں درج کی جائے، قاتلوں کو فوراً گرفتار کیا جائے اور قرار واقعی سزا دی جائے۔زمینی تنازعات کا حل قانون کے مطابق نکالا جائے۔اسی فائرنگ کی زد میں ڈیوٹی پر موجود ایس ایچ او مرزا پور عبدالحمید کھوسو بھی جاں بحق ہوئے۔بتایا جاتا ہے کہ کئی ماہ سے زمین کے تنازعہ کی وجہ سے بھنڈ برادری اور زرداری برادری میں تنازعہ چل رہا تھا گزشتہ ڈیڑھ ماہ قبل زرداری برادری کے مسلح افراد نے زمین پر قبضہ کرنے کی کوشش کی جس پر علاقے میں کشیدگی پھیل گئی۔بھنڈ برادری کا دعویٰ ہے کہ کچے کی یہ زمین کئی دہائیوں سے ان کی ہے اور وہ اسے آباد کیے ہوئے ہیں جو سرکار کی جانب سے انہیں الاٹ کی گئی تھی جن کی قانونی دستاویز بھی موجود ہیں جبکہ زرداری برادری قابض ہونے کیلیے اثر و رسوخ اور طاقت کا استعمال کر رہی ہے۔12 فروری کے روز زرداری برادری نے مبینہ طور پر متنازعہ اراضی پر مورچہ بندی کی جس پر بھنڈ برادری کے افراد اشتعال میں آگئے۔صورتحال کے پیش نظر ایس ایچ او مرزا پور عبدالحمید کھوسو پولیس کی نفری کیساتھ وہاں پہنچے۔اسی اثنا میں مبینہ طور پر مورچہ بند زرداری برادری کی جانب سے فائرنگ ہوئی جس میں ایس ایچ او مرزا پور کے علاوہ بھنڈ برادری کے 4 افراد موقعہ پر جاں بحق ہوگئے جبکہ 8 زخمی ہوئے جن میں ایک زخمی تاب نہ لاتے ہوئے دم توڑ گیا۔وقوعہ کی اطلاع ملتے ہی ایس ایس پی امیر سعود مگسی بھاری نفری کے ہمراہ جائے وقوعہ پر پہنچے۔بھنڈ برادری نے اس سانحے پر اپنا سخت ردعمل ظاہر کرتے ہوئے 5 میتیوں کو قومی شاہراہ پر رکھ کر دھرنا دیا اس دھرنے میں پیپلز پارٹی کے علاوہ تمام سیاسی قوتوں نے شامل ہو کر زرداری برادری کی جانب سے اس ظلم پر احتجاج کیا۔تین روز مسلسل قومی شاہراہ پر دھرنے کے باعث ہزاروں گاڑیاں قومی شاہراہ پر پھنس گئیں۔واقعہ کی انکوائری اور مظاہرین سے مذاکرات کے کئی دور چلنے کے بعد پولیس نے ایس ایس پی شہید بینظیر آباد امیر سعود مگسی نے ورثاء کے جائز مطالبات اور ملزمان کی گرفتاری کی یقین دہانی پہ دھرنا ختم کرادیا پولیس نے ورثاء کی مدعیت میں فوری مقدمہ درج کر کے 7 ملزمان کو گرفتار کر لیا۔

(آصف البشر)

جرائم میں خطرناک حد تک اضافہ

کراچی صوبہ سندھ کے دارالحکومت کراچی میں اسٹریٹ کرائم کی وارداتیں خطرناک حد تک بڑھ گئیں، ایک ماہ میں 7 ہزار سے زائد ڈکیتی اور چھینا جھپٹی کی وارداتیں رپورٹ کی گئیں۔تفصیلات کے مطابق سٹیزن پولیس لیژن کمیٹی (سی پی ایل سی) نے جنوری 2022 میں شہر قائد میں ہونے والی وارداتوں کی رپورٹ مرتب کر لی۔رپورٹ کے مطابق کراچی میں صرف جنوری کے دوران 7 ہزار وارداتیں رپورٹ کی گئی ہیں، ایک ماہ میں شہر میں 4 ہزار 327 موٹر سائیکلیں چوری اور چھینی گئیں، ان میں سے صرف 319 موٹر سائیکلیں برآمد کی جا سکیں۔ذرائع کا کہنا ہے کہ 200 گاڑیاں چوری اور چھینی گئیں جن میں سے صرف 87 برآمد کی جاسکیں۔رپورٹ میں رواں سال کے دوران ڈکیتی کے دوران قتل کیے گئے شہریوں کی تفصیلات بھی شامل ہیں۔یکم جنوری کو سپر ہائی وے پر پولیس اہلکار برکت دوران ڈکیتی قتل ہوا، 10 جنوری کو گلشن معمار میں دکاندار امان اللہ جاں بحق ہوا۔12 جنوری کو کشمیر روڈ پر شاہ رخ کو گھر کی دہلیز پر نشانہ بنایا گیا، 12 جنوری کو ہی کلفٹن میں پراپرٹی ڈیلر وریر بھان قتل ہوا، اسی روز سچل کے علاقے میں مزدور عبدالقدیر کا قتل ہوا۔14 جنوری کو سچل میں پیٹرول پمپ پر سیکیورٹی گارڈ سلطان، 16 جنوری کو اورنگی ٹاؤن میں سیف الرحمن اور 19 جنوری کو کورنگی میں بلال نامی شہری کو قتل کیا گیا۔25 جنوری کو نارتھ کراچی میں چوکیدار محمد علی، 6 فروری کو نارتھ کراچی میں اسامہ اور 18 فروری کو نارتھ ناظم آباد میں صحافی اطہر متین کو قتل کیا گیا۔

(عبدالحئی)

کالج کھنڈرات کی شکل اختیار کر گیا ہے

نوشکی نوشکی کا سب سے بڑا تعلیمی ادارے ڈگری کالج نوشکی کھنڈرات کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ 1970 کی دہائی میں بلاک سے ڈگری کالج نوشکی کی عمارت تعمیر کی گئی ٹیکنکل اعتبار سے عمارت اپنی عمر پوری کر چکی ہے۔ جگہ جگہ سے کالج کی عمارت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہی ہے جس کی وجہ سے کسی وقت بھی کوئی سانحہ رونما ہو سکتا ہے اس لیے صوبائی حکومت نوشکی جدید دور کے تقاضوں کے مطابق ڈگری کالج کے لیے نئی عمارت کی تعمیر کے اقدامات اور پلاننگ پر توجہ دے تعلیمی اداروں کی بہتری اور تعلیمی اداروں میں جدید سہولیات کی فراہمی سے ہم تعلیم کے فروغ کے حصول کو یقینی بنا کر نوجوان نسل جو ہمارا اصل سرمایہ ہیں ملک قوم کی ترقی اور خوشحالی میں بہتر کردار ادا کرتے ہوئے ترقی یافتہ ممالک کی صف میں شامل ہو سکتے ہیں۔ یوں تو صوبائی حکومت بلوچستان میں تعلیم کے فروغ کے لیے بلند بانگ دعوے کرتے ہوئے نہیں تھکتی لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ ڈگری کالج نوشکی میں مختلف مضامین کے 6 لیکچروں کی آسامیاں خالی ہیں۔ کالج میں ملٹی پرپز پال کانفرنس روم پرنسپل لاج اور پروفیسر لاج زبوں حالی سے دوچار ہیں۔ پروفیسر لاج کی چار دیواری کسی وقت بھی گر سکتی ہے۔ ڈگری کالج میں کمپیوٹر لیب تو تعمیر کی گئی ہے لیکن کمپیوٹر لیب میں کمپیوٹر اور انسٹرکٹر کے بغیر کمپیوٹر لیب کا فائدہ ہی نہیں۔ کمپیوٹر لیب میں پچاس کمپیوٹر اور انسٹرکٹر کی تعیناتی عمل میں لا کر کمپیوٹر کی کلاسیں شروع کی جائے کیونکہ موجود دور کمپیوٹر کا ہے۔ جدید دور کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ڈگری کالج میں ڈیجیٹل لائبریری کا قیام عمل میں لایا جائے۔ ڈگری کالج نوشکی کے کلریکل اسٹاف کی کمی پوری کی جائے ڈگری کالج نوشکی میں فرنیچر کی کمی پوری کی جائے۔ اس وقت ڈگری کالج نوشکی میں 2000 کے قریب طالب علم زیور تعلیم سے آراستہ ہو رہے ہیں لیکن کالج میں کینٹن نہ ہونے کی وجہ سے طلباء کو ریفریشمنٹ کی سہولت نہ ہونے کے وجہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ڈگری کالج طلباء کو سپورٹس کی بہتر سہولیات کی فراہمی کے لیے اقدامات کیے جائیں۔ فٹبال گراؤنڈ کو گراسی اور کالج موٹر سائیکلوں اساتذہ اکرام کے گاڑیوں کے لیے شیڈ اور پارکنگ کی تعمیر بھی عمل میں لائی جائے۔ ہم اپنے تعلیمی اداروں کو خوبصورت جدید اور بہتر سہولیات دیکر ہی ایک بہتر معاشرے کی تشکیل عمل میں لا سکتے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے حکومتی اداروں کے ساتھ منتخب عوامی نمائندے مخیرّ حضرات سول سوسائٹی اور کمیونٹی کے ہر فرد کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔

(نامہ نگار)

ہندو خاتون ہلاک

سکھر سکھر کی تحصیل روہڑی حدود تھانہ پٹنی کے علاقے چھوہارا مارکیٹ کے برابر میں روہڑی کینال کے کنارے پے آباد ہندو کمیونٹی سے وابستہ اوڈ برادری کی 18 سالہ لڑکی پوجہ کماری کو ربردستی شادی کے ارادے سے واحد بخش لاشاری و دیگر افراد نے اغوا کرنے کی کوشش کی جس پر لڑکی کی مزاحمت پر اسے کن پٹی پر پسٹل کے فائر کر کے ہلاک کر دیا گیا۔ واقعہ تب ہوا جب پوجہ کے گھر والے سب مزدوری کے لیے گھر سے باہر تھے جس کی وجہ سے گھر خالی تھا۔ ملزم زبردستی شادی کرنے کے ارادے سے اغوا کرنیکی کوشش کی اور لڑکی پر پسٹل کے فائر کر دیئے۔ مقتولا کے ورثا نعش اٹھا کر دھرنا دیا۔ پولیس نے اطلاع ملتے ہی جائے وقوعہ پر پہنچ کر مقتولا کے ورثا کو انصاف کی یقین دہانی کروانے پر دھرنا ختم کروایا اور مقتولا کا تعلقہ اسپتال روہڑی سے پوسٹ مارٹم کروانے کے بعد نعش ورثاء کے حوالے کیا اور مقتولا کے باپ صاحب اوڈ کی مدعیت میں گناہ نمبر 20/20222 تحت دائر کیا گیا۔ جب پولیس فوری طور پر کاروائی کرتے ہوئے ملزم کو گرفتار کر کے کورٹ میں پیش کیا جسے 10 دن کے مزید تفتیش کے لئے رمانڈ دیا گیا

(شاکر جمالی)

پاک افغان بارڈر چمن پر مقامی شہریوں کو درپیش مسائل اور ان کا آسان حل

چمن پاک افغان بارڈر چمن اب کشمیر جیسے مسئلہ کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ ہر وقت معمولی چیزوں پر اسے بندش کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور تجارتی سلسلہ بھی متاثر ہوتا ہے۔ بارڈر کی بندش سے ہر وقت مقامی شہری اور تاجر برادری سخت مشکلات سے دوچار رہتے ہیں۔ پاک افغان بارڈر چمن بنیادی طور پر دو مسائل کا شکار ہے۔ پہلا مسئلہ روزگار کی صورت میں مقامی شہریوں کا ہے جو مال بارڈر سے لا کر چمن میں بیچتے ہیں یا سامان لا کر کرایہ وصول کرتے ہیں۔ فی لغڑی شہری پانچ سو روپے سے لیکر پندرہ سو روپے تک روزانہ کماتے ہیں جس سے وہ اپنے خاندانوں کی کفالت کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ چمن شہر میں نہ کارخانے ہیں اور نہ ہی اچھی ملازمت۔ حکومت پاکستان چاہتی ہے کہ یہ سلسلہ اب رکنا چاہیے۔ لیکن مقامی شہریوں کا یہ روزگار ختم کرنے کے بدلے میں متبادل روزگار بھی فراہم نہیں کرتی جس کی وجہ سے اہلیان چمن اس روزگار کے خاتمے کیلئے تیار نہیں۔ اس کے باعث پاک افغان بارڈر چمن پر مقامی شہریوں اور سیکورٹی فورسز کے درمیان کئی جھڑپیں بھی ہوئیں جسمیں کئی افراد جاں بحق اور کئی زخمی ہوئے۔ روزگار کے اس مسئلے کا حل درمیانی راہ اختیار کرنے کی صورت میں نکالا جا سکتا ہے۔ وہ درمیانی راہ یہ ہے کہ حکومت پاکستان بارڈر کے راستے جتنی ایٹمز آتی ہیں صرف دو یا تین ایٹمز ٹیکس فری کر کے مقامی لغڑی شہریوں کیلئے لانے کی اجازت دی جائے۔ اس کے علاوہ تمام سمگلنگ کے ذرائع پر سخت پابندیاں عائد کی جائیں۔ دوسرا مسئلہ پاسپورٹ کے نظام قائم کرنے کا ہے۔

پاک افغان بارڈر چمن پر اب حکومت پاکستان پاسپورٹ نظام قائم کرنا چاہتی ہے۔ لیکن پاک افغان بارڈر چمن کے دونوں اطراف پر ایک ہی قوم آباد ہے جس کے درمیان خونی رشتوں کے علاوہ دیگر قرابتیں بھی ہیں۔ چمن کے کئی اقوام کی زمینیں اتنی مشترکہ ہیں جن کی آدھی زمینیں پاکستان میں اور آدھی زمینیں افغانستان میں ہیں بارڈر لائن نے ان زمینوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ پاک افغان بارڈر چمن پر مقامی شہریوں کیلئے پاسپورٹ نظام لانا نا قابل قبول اور نا قابل تسلیم ہیں۔ اس مسئلے کا آسان حل یہی ہے کہ پاک افغان بارڈر چمن پر پاسپورٹ نظام بالکل نافذ کر دیں لیکن اس نظام سے بارڈر سے نزدیک شہروں چمن اور سپین بولدک کے شہریوں کو استثنٰی دیا جائے۔ ان دو شہر چمن اور سپین بولدک کے شہریوں کو صرف شناختی کارڈ اور افغانی تذکرہ یا راہداری سسٹم جاری کر کے آمد و رفت جاری رکھی جائے۔ ورنہ مقامی شہریوں اور حکومتوں کے درمیان میں یہ نفرتوں کے سلسلے جاری رہیں گے۔ مقامی عمائدین، مشران، سیاسی قائدین، حکومت پاکستان اور امارت اسلامیہ افغانستان کے اعلیٰ حکام سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ پاک افغان بارڈر چمن پر مقامی شہریوں کو ان درپیش مسائل کو ترجیحی بنیادوں پر حل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اہلیان چمن و سپین بولدک کے اس دیرینہ مسائل حل کر کے بے چینی کا خاتمہ کیا جائے۔

(محمد صدیق)

موٹرسائیکل چھیننے کی واردات میں قتل

جام پور تحصیل جام پور کے نواحی علاقہ موضع ہیرو کے رہائشی ثناء اللہ ولد عبدالمجید سے تین نامعلوم افراد نے 11 مارچ 2022 کو زبردستی موٹر سائیکل چھیننے کی کوشش کی۔ ثناء اللہ نے مزاحمت کی اور موٹر سائیکل دینے سے انکار کیا تو دونوں فریقین کے درمیان پانچ سے سات منٹ تک تکرار ہوتی رہی۔ یہ وقوعہ دن میں پیش آیا۔ موقع پر کافی لوگ جمع ہو گئے۔ لوگوں نے وقوعہ کی وڈیو بھی بنائی، البتہ کسی قسم کی مداخلت نہ کی کیونکہ ملزمان کے پاس اسلحہ تھا۔ تین ملزمان ایک موٹر سائیکل پر سوار تھے۔ پانچ سے سات منٹ مداخلت کرنے کے بعد ملزمان موٹر سائیکل چھین کر فرار ہو گئے اور جاتے ہوئے ثناء اللہ پر فائر کیا جو اُس کے کندھے پر لگا اور موقع پر طبی امداد نہ ملنے پر وہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جاں بحق ہو گیا۔ مقتول کی عمر 35 برس تھی، شادی شدہ تھا اور تین بچے تھے۔ علاقہ میں اس طرح کے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ یہ واقعہ لنک روڈ پر پیش آیا نہ کہ مین روڈ پر۔ شہریوں میں اس طرح کے واقعات کے بعد خوف وہراس پایا جاتا ہے۔ پولیس بھی شہریوں کو تحفظ فراہم کرنے میں ناکام ہے۔ پولیس ایسے واقعات کی ایف آئی آر بھی درج نہیں کرتی۔ علاقہ میں اس طرح کے واقعات ہر روز دو یا تین جگہ مختلف مقامات پر پیش آتے رہتے ہیں۔

(ثروت سحر)

اربوں کا الٹرافلٹریشن واٹر پلانٹ منصوبہ بے سود

نوابشاہ نوابشاہ میں ایک ارب 56 کروڑ کی لاگت سے تیار کردہ ایشیا کے سب سے بڑا الٹرافلٹریشن واٹر ٹریٹمنٹ پلانٹ کے منصوبے کو مکمل ہوئے دس برس گزر جانے کے بعد شہید بینظیر آباد کے پانی کو وزارت سائنس وٹیکنالوجی 100% مضرصحت قرار دے دیا ہے۔ نجی ٹی وی چینلز کی رپورٹس کے مطابق وزارت سائنس وٹیکنالوجی کے ادارے پی سی ایس آئی آر نے ملک بھر کے بڑے شہروں کے پانی کے نمونے حاصل کر کے رپورٹ جاری کی ہے جو وزیر سائنس وٹیکنالوجی شبلی فراز نے قومی اسمبلی میں پیش کرتے ہوئے انکشاف کیا ہے کہ ملک کے 29 بڑے شہروں کا پانی آلودہ ہے جن میں گلگت، میر پور خاص اور لاڑکانہ سمیت شہید بینظیر آباد/نوابشاہ کے پانی کو 100% مضرصحت قرار دیا گیا ہے۔ پی سی ایس آئی آر کی اس رپورٹ نے بالخصوص شہید بینظیر آباد میں ایک ارب 56 کروڑ کی لاگت سے تیار الٹرافلٹریشن واٹر ٹریٹمنٹ پلانٹ کے دس سال سے قیام پر سوالیہ نشان داغ دیا ہے۔ گزشتہ دس برسوں سے یہ پلانٹ غیر فعال ہے جبکہ ہر سال خطیر بجٹ سے اس پلانٹ کی تزئین وترتیب کی جاتی ہے لیکن شہید بینظیر آباد کی آبادی پینے کے صاف پانی کیلیے مسلسل غیر یقینی صورتحال سے دوچار ہے۔ شہید بینظیر آباد/نوابشاہ کے شہری علاقوں کے مکین پینے کے صاف پانی کی عدم فراہمی کے باعث زیر زمین پانی سمیت منرل واٹر استعمال کرنے پر مجبور ہیں۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ شہید بینظیر آباد کے پانی میں سنکھیا کی مقدار زندگیوں کیلیے خطرناک ہے جبکہ پانی میں مضرصحت اجزاء کی سو فیصد مقدار کی سرکاری رپورٹ میں انکشاف کے بعد شہریوں میں شدید بے چینی پائی جا رہی ہے۔ شہید بینظیر آباد/نوابشاہ میں پانی میں پائے جانے والے مضر اثرات کی وجہ سے شہری پینے کے صاف پانی کیلیے مارے مارے پھرتے ہیں جبکہ مخصوص نجی فلٹر پلانٹس سے پانی کے حصول کی تگ ودو میں رہتے ہیں یا پھر بوجہ مجبوری بھاری قیمت پر حاصل کرنے پر مجبور ہیں۔ ایک تجربے کی روشنی میں سلور کے برتن میں زیر زمین پانی رکھنے کے کچھ دیر بعد ہی برتن کے چاروں طرف سفیدہ ظاہر ہونا شروع ہو جاتا ہے جو سنکھیا کی بھاری مقدار کو ظاہر کرتا ہے۔ شہید بینظیر آباد/نوابشاہ میں کئی دہائیوں سے واٹر سپلائی کی لائنیں بری طرح متاثر ہیں جو تبدیل نہ ہونے کی وجہ سے فلٹریشن پلانٹ سے شہریوں کو صاف پانی کی فراہمی کا منصوبہ بے سود پڑا ہے۔ شہر بھر کی واٹر سپلائی کی لائنیں اور سیوریج کی لائنیں زیر زمین آلودگی مل جانے کی وجہ سے شہریوں کو گندہ پانی موصول ہو رہا ہے۔ طبی ماہرین اور آبی محققین کا کہنا ہے کہ بے نظیر آباد میں ایک زمانے سے واٹر سپلائی سے موصول ہونے والا پانی گندہ، بدبودار اور حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق نہیں ہے جس سے ہر تیسرا شہری پیٹ کی تکالیف، اسہال، اور گردوں کے انفیکشن کے علاوہ ہیپاٹائٹس اے بی اور سی کے امراض میں مبتلا ہے۔ ضلع بھر کے ہسپتالوں میں مریضوں کی کثیر تعداد مضرصحت پانی کے استعمال سے متاثر بتائی جاتی ہے جبکہ شرح اموات کا تناسب بھی زیادہ ہے جو کہ انتہائی افسوناک اور تشوشناک ہے۔

(آصف البشر)

پیکا کا قانون اور حکومتی عزائم

چمن پاک جرنلسٹ فورم اور شمشاد رائٹرز فورم کے مشترکہ اجلاس زیر صدارت شمشاد رائٹرز فورم پاکستان کے مرکزی صدر حافظ محمد صدیق مدنی ہوا۔ اجلاس سے پاک جرنلسٹ فورم چمن کے صدر محمد آصف اچکزئی، صحافی شریف اللہ بشر دوست، خلیل احمد کاکوزئی، محمد فرید نثار اور شمشاد رائٹرز فورم پاکستان کے مرکزی صدر حافظ محمد صدیق مدنی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حکومت نے میڈیا کو اپنے زیر اثر رکھنے کے لئے بڑی عجلت میں پارلیمان سے پیکا بل 1916 میں ترمیم کی۔ جھوٹی خبروں کے لئے سزاؤں کو مزید سخت کیا گیا۔ قانون کو ظاہری طور پر ہتک عزت سے بچاؤ کا سبب بتایا جارہا ہے۔ لیکن پس پردہ حکومت کے چھپے عزائم سامنے آرہے ہیں یوں دکھائی دے رہا ہے کہ حکومت اپنے خلاف بولنے والی آوازوں کو دبانا چاہتی ہے اور ڈرا دھمکا کر اپوزیشن اور دیگر اداروں کو خوف میں مبتلا کر دینا چاہتی ہے۔ ہم اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ آزادی رائے جمہوریت کی روح ہے۔ ہر شخص کو حاکم وقت سے لے کر ایک چھوٹے انسان تک تنقید کرنے کا حق ہے۔ البتہ تنقید برائے اصلاح کی ہی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ تنقید برائے تنقید کی ہر دور میں حوصلہ شکنی کی جاتی ہے کبھی بھی ایسے عناصر کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی جو محض کیچڑ اچھالنے والا کام کرتے ہیں۔ تنقید ہمیشہ اداروں اور حکومت کی جہت درست کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ اکثر نقاد تنقید کو زندگی اور اس کے پہلوؤں کی روح قرار دیتے ہیں۔ لیکن یہاں بدقسمتی یہ ہے کہ حکومت تو گونگے، بہرے اور میں نہ مانوں کا کردار ادا کر رہی ہے۔ ایسی صورت میں وہ تنقید کیسے برداشت کرسکتی ہے۔ حکومت کو آئینہ دکھلانے والے بہت برے لگتے ہیں اس لئے وہ چاہتی ہے یہ دروازہ قانون کا خوف دلا کر بند کر دیا جائے۔ حکومت کو ہوش کے ناخن لینے چاہیے۔ حد سے زیادہ مبالغہ آرائی اور لغو خبروں کی اشاعت روکنے کے متعلق دو رائے نہیں ہیں۔ لیکن عام اور ذی فہیم افراد کی رائے کو ہمیشہ مثبت انداز سے دیکھا اور برداشت کیا جانا چاہیے۔ پیکا کی دفعہ 20 میں ترمیم کی گئی ہے۔ اس کے تحت کسی بھی شخص یا ادارے کو بدنام کرنے پر جیل کی سزا تین سال سے بڑھا کر پانچ سال کر دی گئی ہے۔ مزید برآں، شکایت کنندہ کو متاثرہ شخص قرار دیا گیا ہے۔ جمہوری نظام کا حسن آزادیِ صحافت کو سمجھا جاتا ہے۔ عوام، اہلِ رائے اور میڈیا سے وابستہ لوگ حکومت پر بڑی بیباکی سے تنقید کرسکتے ہیں۔ اس تنقید کو مثبت انداز سے دیکھا جاتا ہے۔ تنقید کو برائے اصلاح لیا جاتا ہے۔ حکومتی رویہ اس قدر جارحانہ ہرگز نہیں ہوتا بلکہ حکومت مثبت تنقید کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ لیکن ہمارے ہاں معاملہ کچھ اور ہے۔ صاحبان اقتدار مثبت تنقید کو بھی عداوت تصور کرتے ہیں حکومتی تنقید کو بھی جرم سمجھا جاتا ہے، صحافی برادری کو اوچھے ہتھکنڈوں سے صحافتی ذمہ داریوں سے دور رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے، انہیں لالچ دینے کی سعی کی جاتی ہے، موجودہ حکومت ان ہتھکنڈوں میں سب سے آگے ہے قانونی انداز اختیار کر کے آزادی رائے کو صلب کرنے کی مکروہ کوشش ہو رہی ہے، ایسی سزائیں اس قانون میں رکھی جارہی ہیں کہ صحافی برادری سزاؤں کے خوف تلے دبے رہے، اور جائز تنقید سے بھی اجتناب برتے۔

(محمد صدیق)

تھانہ سٹی کے علاقہ میں ایک شخص قتل

چنیوٹ ابتدائی اطلاعات کے مطابق تھانہ سٹی کے علاقہ ٹھٹھی شرقی میں اسیر شاہ ولد ریاض شاہ سکنہ دولووالہ نے مبینہ طور پر گھریلولڑائی جھگڑے پر اپنے سسر مشتاق شاہ ولد غلام حسین شاہ سکنہ ٹھٹھی شرقی, انکی ملازمہ عدیلہ کو فائرنگ کر کے زخمی کر دیا۔ واقعہ کی اطلاع ملتے ہی ڈی ایس پی سٹی, ایس ایچ او سٹی , دیگر افسران موقع پر پہنچ گئے۔زخمی کو فوری طور پر ڈی ایچ کیو ہسپتال چنیوٹ منتقل کیا گیا جہاں سے الائیڈ ہسپتال فیصل آباد ریفر کر دیا گیا جہاں مشتاق شاہ کی موت واقع ہوگئی۔فرانزک ٹیموں نے جائے وقوعہ کو کارڈن کر کے شواہد وغیرہ اکٹھے کئے ہیں۔واقعہ کی تحقیق و حسب ضابطہ کاروائی جاری ہے۔ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر کیپٹن (ر) محمد عامر خان نیازی نے واقعہ کا نوٹس لیتے ہوئے ملزم کی گرفتاری کیلئے ٹیمیں تشکیل دیکر گرفتار کرنے کے احکامات جاری کر دیئے۔

(سیف علی خان)

قبائلی تنازعہ میں 8 افراد ہلاک

سکھر ضلع شکارپور کی تحصیل گڑھی یاسین کے تھانہ جھبر شیخ میں جونیجہ برادری اور کلہوڑہ برادری کے درمیان 12 برس پہلے چوری کے معاملے سے تصادم شروع ہوا تھا۔یکم مارچ کو دونوں گروہوں نے اچانک سے جدید اسلحہ استعمال کرتے ہوئے اندھادھند فائرنگ شروع کر دی جس کے نتیجے میں 8 افراد ہلاک ہو گئے جس میں سعید کلہوڑو, عاشق مگنیجو , معشوق جونیجو, علی رضا جونیجو, ابراہیم جونیجو, مدن جونیجو, مرزا جونیجو, بڈھل کلہوڑو شامل ہیں۔پولیس اطلاع ملنے کے باوجود دونوں گروہ کو قابو نہیں پاسکی۔3 گھنٹوں کے بعد جائے واردات پر پہنچ کر نعشیں تحویل میں لیکر ڈاکٹروں کی ٹیم کو وہیں بلوا کر پوسٹ مارٹم کروا کے نعشیں ورثاء کے حوالے ں اور حدود تھانہ جھبر شیخ میں دونوں گروہ کے خلاف مقدمہ دائر کیا گیا۔

(شاکر جمالی)

مزدور یونین کے اراکین کا گھاس کھا کر احتجاج

حیدرآباد حیدرآباد ڈویلپمنٹ اتھارٹی مزدور یونین کے اراکین نے واسا ملازمین کو مسلسل 13 ماہ سے تنخواہیں اور پنشن نہ ملنے سمیت کنٹریکٹ اور ورک چارج ملازمین کو مستقل نہ کرنے کیخلاف حیدرآباد پریس کلب کے سامنے چوتھے روز گھاس کھا کر یونین کے صدر ساجد تقی، جنرل سیکریٹری انصاف لاشاری، عبدالجبار ہاشمی، اور ذوالفقار راجپوت سمیت دیگر کی قیادت میں انوکھا احتجاج کیا۔ احتجاج میں شریک ملازمین ایچ ڈی اے انتظامیہ کیخلاف نعرے لگا رہے تھے۔اس موقع پر مذکورہ رہنماؤں نے کہا کہ واسا ملازمین کے ساتھ غیر قانونی رویہ کافی عرصہ سے جاری ہے جس پر ملازمین سراپا احتجاج ہیں۔انہوں نے وزیر اعلیٰ سندھ، وزیر بلدیات سندھ، اور دیگر اعلیٰ حکام سے کہا کہ وہ ہنگامی طور پر ملازمین کے مطالبات تسلیم کرتے ہوئے فوری طور پر تمام تنخواہوں اور پنشن کی ادائیگی کو یقینی بنائیں۔

(لالہ عبدالحلیم شیخ)

عدالت میں خلع دائر کرنے پر زخمی کر دیا

جام پور تحصیل جام پور کے رہائشی غلام مرتضیٰ ولد رستم خان نے اپنی زوجہ منکوحہ ممتاز بی بی دختر مہر حسین نے چھرا کے وار کر کے زخمی کر دیا۔مہناز بی بی نے اپنے شوہر غلام مرتضیٰ کے خلاف تحصیل کچہری جام پور میں دعویٰ تنسیخ نکاح بر بنائے خلع دائر کر رکھا تھا۔دعویٰ ابھی ابتدائی سٹیج پر تھا۔فریقین کے درمیان ثالثی کے ذریعے راضی نامہ کی کوششیں جاری تھیں۔غلام مرتضیٰ کو مہناز بی بی کے گھر بغرض راضی نامہ ثالث کی موجودگی میں بلایا گیا تھا لیکن جب کوئی بات نہ بن پائی تو غلام مرتضیٰ نے اشتعال میں آ کر مہناز بی بی پر چھرا سے وار کر کے پانچ مارچ 2022 کو بری طرح زخمی کر دیا۔مہناز بی بی خون میں لت پت ہوگئی۔ملزم غلام مرتضیٰ موقع سے فرار ہوگیا۔15 پر کال کی گئی اور مضروبہ کو ہسپتال داخل کرایا۔ثالثی کا کردار ادا کرنے والی اور راضی نامہ کرانے والی زاہدہ بی بی زوجہ عبدالخالق مہناز بی بی کی سگی خالہ کی مدعیت میں ایف آئی آر درج ہوئی۔ملزم تا حال مفرور ہے۔اس طرح کے واقعات جو کبھی کبھار رونما ہوتے ہیں ہمارے علاقائی رسم و رواج کا حصہ ہیں کیونکہ یہاں مرد عورت کو اپنی ملکیت سمجھتا ہے اور چاہتا ہے کہ عورت اس کی مرضی اور حکم کے مطابق زندہ رہے اور عورت کو اپنی آزاد مرضی اور حکم کے مطابق زندہ رہے اور عورت کو اپنی مرضی سے جینے کا حق نہیں دیتا ہے۔یہ جسمانی تشدد کی بدترین مثال ہے اور بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔

(ثروت سحر)

احمدی کے کلینک پر حملہ، ڈاکٹر جاں بحق

پشاور پشاور میں گذشتہ دو سالوں میں 5 احمدیوں کو ہدف بنا کر قتل کیا جا چکا ہے۔احمدیوں کے خلاف نفرت پھیلانے والے اور تشدد کی تلقین کرنے والے ظاہر ہیں۔حکومت کارروائی کیوں نہیں کرتی ؟5 مارچ 2022 کو شام سوا 5 بجے بازید خیل پشاور میں دو حملہ آور ایک احمدی ڈاکٹر منصور احمد کے کلینک میں داخل ہوئے۔ایک حملہ آور نے مریضہ کا بھیس بنا کر برقع اوڑھ رکھا تھا وہ آ کر کہنے لگا کہ مجھے بڑی تکلیف ہے اور چیخ رہا تھا۔اس کے بعد اس نے فائرنگ کر دی۔ ڈاکٹر محمد شاہد احمد، جو ڈاکٹر منصور احمد کی جگہ بیٹھ کر مریض دیکھ رہے تھے، ان کو سر میں گولی لگی جس سے وہ موقع پر جاں بحق ہو گئے۔ایک اور ملازم جواد احمد ٹانگ میں گولی لگنے سے زخمی ہوئے۔بعد ازاں حملہ آور فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ڈاکٹر محمد شاہد احمد نے ہومیوپیتھی کا کورس کر رکھا تھا۔انکی عمر تقریباً 35 سال تھی۔ان کے 3 بچے ہیں اور ان کا آبائی علاقہ ککی نو کوثر آباد شورکوٹ ہے۔ڈاکٹر شاہد احمد صاحب اور زخمی ہونے والے جواد احمد کا تعلق جماعت احمدیہ سے نہیں تھا۔گذشتہ سال اسی علاقے میں 11 فروری 2021 کو ہدف بنا کر ڈاکٹر عبدالقادر صاحب کو قتل کیا گیا تھا۔گذشتہ 2 سال میں پشاور میں 5 احمدیوں کو ہدف بنا کر قتل کیا جا چکا ہیا ور احمدیوں کے خلاف نفرت انگیز مہم چلائی جا رہی ہے۔یہ نفرت انگیز مہم چلانے والیظاہر ہیں۔حکومت ان کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی کیوں نہیں کرتی ؟ نفرت اور تشدد کی تلقین کرنے والوں کو گرفت میں لایا جائے تو مذہب کی بنا پر قتل و غارت گری کو روکا جا سکتا ہے۔ترجمان جماعت احمدیہ نے گذشتہ روز کے واقعہ کی مذمت کرتے ہوئے احمدیوں کے خلاف متعصّبانہ نفرت انگیز مہم کو روکنے اور ڈاکٹر محمد شاہد احمد کے قاتلوں کی گرفتاری اور انہیں قانون کے مطابق کڑی سزا دینے کا مطالبہ کیا۔

(نامہ نگار)

انسانی حقوق کے عالمی دن

جنوری

27جنوری	ہولوکاسٹ کے متاثرین کی یاد میں دعائیہ تقریب کا عالمی دن

فروری

4فروری	کینسر کا عالمی دن
6فروری	خواتین کے تولیدی اعضاء کو کاٹنے کی ممانعت کا عالمی دن
13فروری	ریڈیو کا عالمی دن (یونیسکو)
20فروری	سماجی انصاف کا عالمی دن
21فروری	مادری زبان کا عالمی دن (یونیسکو)

مارچ

یکم مارچ	امتیاز کے خاتمے کا دن (یواین ایڈز)
3مارچ	جنگلی حیات کا عالمی دن
8مارچ	خواتین کا عالمی دن
15مارچ	اسلاموفوبیا کے خلاف قرارداد
15مارچ	صارفین کے حقوق کا عالمی دن
20مارچ	خوشی کا عالمی دن
21مارچ	نسلی امتیاز کے خاتمے کا عالمی دن
21مارچ	شاعری کا عالمی دن (یونیسکو)
21مارچ	نوروز کا عالمی دن
21مارچ	پیدائشی ذہنی معذوری کا عالمی دن
21مارچ	جنگلات اور درخت کا عالمی دن
22مارچ	پانی کا عالمی دن
23مارچ	موسمیات کا عالمی دن (ڈبلیو ایم او)
24مارچ	تپ دق کا عالمی دن
24مارچ	انسانی حقوق کی کھلی خلاف ورزیوں سے متعلق حقائق کو جاننے کے حق اور متاثرین کی عزت نفس کا عالمی دن
25مارچ	غلامی اور غلاموں کی سمندر پار تجارت کے متاثرین کی یاد منانے کا عالمی دن
25مارچ	عملے کے زیر حراست اور لاپتہ اراکین سے اظہار یکجہتی کا عالمی دن

اپریل

2اپریل	خودفکری سے آ گاہی کا عالمی دن
4اپریل	کانوں سے متعلق آ گاہی اور کانوں سے متعلقہ کارروائیوں میں معاونت کا عالمی دن
6اپریل	ترقی اور امن کے لیے کھیل کا عالمی دن
7اپریل	روانڈا کے قتل عام کے متاثرین کی یاد منانے کا عالمی دن
7اپریل	صحت کا عالمی دن (ڈبلیو ایچ او)
12اپریل	خلا میں انسانی پرواز کا عالمی دن
22اپریل	مادرارض کا عالمی دن
23اپریل	کتاب اور حق اشاعت کا عالمی دن
23اپریل	انگریزی زبان کا عالمی دن
25اپریل	ملیریا کا عالمی دن۔(ڈبلیو ایچ او)
26اپریل	ایجاد کے حقوق کا عالمی دن (ویپو)
28اپریل	دوران ملازمت سلامتی اور صحت کا عالمی دن
29اپریل	کیمیائی جنگ کے تمام متاثرین کی یاد منانے کا عالمی دن
30اپریل	جاز (موسیقی) کا عالمی دن

مئی

3 مئی	آزادی صحافت کا عالمی دن
8-9 مئی	دوسری جنگ عظیم میں جاں بحق ہونے والے افراد کو یاد کرنے اور ان سے یکجہتی کا دن
10-11 مئی	نقل مکانی کرنے والے پرندوں کا عالمی دن (یواین ای پی)
13 مئی	''ویساک'' پورے چاند کا عالمی دن
15 مئی	کنبوں کا عالمی دن
17 مئی	ٹیلی مواصلات اور معلوماتی اداروں کا عالمی دن (آئی ٹی یو)
21 مئی	بحث مباحث اور ترقی کے لیے ثقافتی تنوع کا عالمی دن
22 مئی	حیاتیاتی تنوع کا عالمی دن
23 مئی	زچگی کے دوران پیدا ہونے والے گھاؤ کے خاتمے کا عالمی دن
29 مئی	اقوام متحدہ کے امن فوجی دستوں کا عالمی دن
31 مئی	تمباکو نوشی کی ممانعت کا عالمی دن

جون

یکم جون	والدین کا عالمی دن
4جون	جارحیت سے متاثرہ معصوم بچوں کا عالمی دن
5جون	ماحول کا عالمی دن (یواین ای پی)
8جون	سمندروں کا عالمی دن
12جون	چائلڈ لیبر کے خلاف عالمی دن
14جون	خون کا عطیہ دینے والوں کا عالمی دن (ڈبلیو ایچ او)
15جون	بزرگوں سے ناروا سلوک سے آ گاہی کا عالمی دن
17جون	زمین کے صحرابُر دہونے اور خشک سالی پر قابو پانے کا عالمی دن
20جون	مہاجرین کا عالمی دن
23جون	اقوام متحدہ کا خدمات عامہ کا دن
23جون	بیواؤں کا عالمی دن
25جون	ملاحوں کا عالمی دن (آئی ایم او)
26جون	ادویات کے غلط استعمال اور غیر قانونی نقل وحمل کے خلاف عالمی دن
26جون	تشدد کے متاثرین کی حمایت میں اقوام متحدہ کا عالمی دن

جولائی

5جولائی	تعاون کنندگان کا عالمی دن (جولائی کا پہلا ہفتہ)
11جولائی	آبادی کا عالمی دن
18جولائی	نیلسن منڈیلا کا عالمی دن
28جولائی	ہپاٹائٹس کا عالمی دن (ڈبلیو ایچ او)
30جولائی	دوستی کا عالمی دن
30جولائی	انسانی سمگلنگ کے خلاف عالمی دن

اگست

9اگست	دنیا بھر کے مقامی افراد کا عالمی دن
12اگست	نوجوانوں کا عالمی دن
19اگست	انسانیت پسندی کا عالمی دن
23اگست	غلاموں کی تجارت کی یاد آوری اور اس کے خاتمے کا عالمی دن (یونیسکو)
29اگست	جوہری تجربات کے خلاف عالمی دن
30اگست	جبری گمشدگیوں کے متاثرین کا عالمی دن

ستمبر

5 ستمبر	خیرات کا عالمی دن
8 ستمبر	خواندگی کا عالمی دن (یونیسکو)
12 ستمبر	اقوام متحدہ کا جنوب۔جنوب اشتراک کا دن
15 ستمبر	جمہوریت کا عالمی دن
16 ستمبر	اوزون کی تہہ کے تحفظ کا عالمی دن
21 ستمبر	امن کا عالمی دن
25 ستمبر	ساحلی علاقوں کا عالمی دن (ستمبر کا آخری ہفتہ)
26 ستمبر	جوہری ہتھیاروں کے مکمل خاتمے کا عالمی دن
27 ستمبر	سیاحت کا عالمی دن (یواین ڈبلیوٹی او)

اکتوبر

یکم اکتوبر	معمر افراد کا عالمی دن
2اکتوبر	عدم تشدد کا عالمی دن
5اکتوبر	اساتذہ کا عالمی دن (یونیسکو)
6اکتوبر	جائے پیدائش کا عالمی دن (اکتوبر کا پہلا سوموار)
9اکتوبر	ڈاک کا عالمی دن
11اکتوبر	بچیوں کا عالمی دن
13اکتوبر	آفات میں کمی کا عالمی دن
15اکتوبر	دیہی خواتین کا عالمی دن
16اکتوبر	خوراک کا عالمی دن (ایف اے او)
17اکتوبر	غربت کے خاتمے کا عالمی دن
24اکتوبر	اقوام متحدہ کا دن
24اکتوبر	ترقی سے متعلق معلومات کا عالمی دن
27اکتوبر	سماعتی وبصری ورثے کا عالمی دن (یونیسکو)

نومبر

2نومبر	صحافیوں کے خلاف جرائم کے حوالے سے سزا سے استثنٰی کے خاتمے کا عالمی دن
6نومبر	جنگ اور مسلح تنازعات کے دوران ماحول کو نقصان پہنچانے کی ممانعت کا عالمی دن
10نومبر	امن اور ترقی کے لیے سائنس کا عالمی دن
14نومبر	ذیابیطس کا عالمی دن
16نومبر	رواداری کا عالمی دن
16نومبر	ٹریفک حادثات کے متاثرین کی یاد منانے کا عالمی دن (نومبر کا تیسرا اتوار)
19نومبر	بیت الخلاء کا عالمی دن
20نومبر	بچوں کا عالمی دن
20نومبر	فلسفے کا عالمی دن (نومبر کی تیسری جمعرات)
21نومبر	ٹیلی ویژن کا عالمی دن
22نومبر	صنعت کاری کا عالمی دن
25نومبر	خواتین کے خلاف تشدد کے خاتمے کا عالمی دن
29نومبر	فلسطینی عوام سے اظہار یکجہتی کا عالمی دن

دسمبر

یکم دسمبر	ایڈز کا عالمی دن
2دسمبر	غلامی کے خاتمے کا عالمی دن
3دسمبر	معذور افراد کا عالمی دن
5دسمبر	معاشی اور سماجی ترقی کے لیے رضا کاروں کا عالمی دن
5دسمبر	زرعی زمین کا عالمی دن
7دسمبر	شہری ہوابازی کا عالمی دن
9دسمبر	بدعنوانی کے انسداد کا عالمی دن
10دسمبر	انسانی حقوق کا عالمی دن
11دسمبر	پہاڑوں کا عالمی دن
18دسمبر	تارکین وطن کا عالمی دن
20دسمبر	انسانی یکجہتی کا عالمی دن

لاہور، 11 مارچ 2022، دراب پٹیل آڈیٹوریم میں ڈاکٹر مہدی حسن کی یاد میں تعزیتی ریفرنس کا انعقاد کیا گیا

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
"ایوان جمہور" 107۔ ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹائون، لاہور
فون: 35838341-35864994 فیکس: 35883582
ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ: www.hrcp-web.org
پرنٹر: مکتبہ جدیدپریس، 14ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15